باہر سے آواز آئی "دروازہ کھولیئے۔ میں عُمیر کو لے کر آیا ہوں یہ زخمی ہے"

ایک بہن کی محبت اچانک ہر خوف پر غالب آگئی اور سمیرا نے جلدی سے دروازہ کھول دیا۔
عاصم گھوڑے پر سوار تھا اور اُس نے عمیر کو اپنے آگے ڈال رکھا تھا۔

"کہاں ہے میرا بھائی؟" سمیرا نے کرب انگیز لہجے میں سوال کیا۔

"گھبرائیے نہیں یہ بے ہوش ہے لیکن خطرے کی کوئی بات نہیں۔ آپ کسی آدمی کو بلائیے"

سمیرا نے کہا "اِس وقت یہاں کوئی نہیں آپ اسے اندر لے چلیں"

عاصم اندر داخل ہُوا اور مکان کے دروازے کے سامنے گھوڑا روکتے ہوئے بولا "ذرا اسے سہارا دیجئے"

سمیرا نے دونوں ہاتھوں سے عمیر کو سہارا دیا اور عاصم گھوڑے سے اتر کر اُسے اپنے کندھے پر ڈالتے ہوئے بولا "آپ اس کے لئے بستر بچھائیے"

سمیرا بھاگ کر کمرے میں چلی گئی اور عاصم عمیر کو اٹھائے اُس کے پیچھے پیچھے ہولیا۔

سمیرا نے جلدی سے ایک تخت پر بچھونا بچھا دیا اور عاصم نے عمیر کو لٹا دیا۔ چراغ کی روشنی میں عمیر کے خون آلود کپڑے دیکھ کر سمیرا کچھ دیر سکتے کے عالم میں کھڑی رہی اور پھر یکایک عاصم کی طرف متوجہ ہو کر بولی۔

"انہیں کس نے زخمی کیا ہے؟ آپ انہیں کہاں سے لائے ہیں؟ یہ کب سے بے ہوش ہیں؟ آپ کون ہیں؟"

پھر وہ عمیر کے دونوں بازو پکڑ کر جھنجھوڑنے لگی "بھائی جان! بھائی جان"

عاصم نے اُسے تسلّی دیتے ہوئے کہا "آپ گھبرائیں نہیں۔ آپ کے بھائی کو ابھی ہوش آجائے گا"

"آپ کو یقین ہے کہ انہیں کوئی خطرہ نہیں۔؟" سمیرا نے بڑی مشکل سے اپنی سسکیاں ضبط کرتے ہوئے پوچھا۔

"مجھے یقین ہے"

سمیرا نے کمرے کے کونے سے ایک چوکی گھسیٹ کر عمیر کے بستر کے قریب کرتے ہوئے کہا "آپ بیٹھ جائیں"

وہ بیٹھ گیا اور قدرے توقف کے بعد بولا "ابھی ان کے سر کے زخم سے خون رِس رہا ہے۔ آپ پٹی باندھنے کے لئے کوئی صاف کپڑا لے آئیے"

سمیرا بھاگ کر دوسرے کمرے سے ایک چادر لے آئی اور یکے بعد دیگرے دو ٹکڑے پھاڑ کر عاصم کے سامنے رکھ دیئے۔ جب وہ تیسری پٹی پھاڑنے لگی تو عاصم نے کہا "بس یہ کافی ہیں اور کپڑا ضائع کرنے کی ضرورت نہیں"

عاصم عمیر کے سر سے خون آلود پٹیاں کھولنے لگا تو سمیرا نے کہا "زخم داغنے کی ضرورت ہے تو آگ جلادوں"

"نہیں زخم گہرے نہیں صرف اوپر کی جلد پھٹ گئی ہے"

"تو میں ایک دوا لاتی ہوں اُس سے خون بند ہو جاتا ہے" سمیرا یہ کہہ کر طاقچے سے چمڑے کی تھیلی اُتار لائی۔ عاصم نے پٹیاں کھولیں اور سمیرا نے تھیلی سے ایک سفوف نکال کر زخموں پر چھڑک دیا۔ اس کے بعد عاصم نے نئی پٹیاں باندھ دیں۔

عمیر نے آہستہ آہستہ کراہنے کے بعد چند گہرے سانس لئے اور نحیف آواز میں پانی مانگا۔ سمیرا پانی کا کٹورا لے آئی۔ عاصم نے گردن کے نیچے ہاتھ رکھ کر عمیر کو اٹھایا اور سمیرا نے پانی کا کٹورا اُس کے منہ سے لگا دیا۔ پانی کے چند گھونٹ پینے کے بعد عمیر نے آنکھیں کھولیں۔ اور عاصم نے آہستہ سے اُس کا سر تکیئے پر رکھ دیا۔ عمیر کچھ دیر عاصم کی طرف دیکھتا رہا۔ پھر اُس نے کمرے کی چھت اور دیواروں پر نظر دوڑائی اور بالآخر اپنی نگاہیں سمیرا کے چہرے پر گاڑ دیں۔ سمیرا نے مسکرانے کی کوشش کی اور اس کے ساتھ ہی اُس کی آنکھوں سے آنسو ٹپک پڑے۔

"بھائی جان! بھائی جان! میں ابھی آپ کے لئے دُعا مانگ رہی تھی"

عمیر نے اپنے ہاتھ پھیلا دیئے اور سمیرا نے اپنا سر اُس کے سینے پر رکھ دیا۔

"ابا جان، کہاں ہیں؟" اُس نے پیار سے سمیرا کے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے پوچھا۔

"وہ آپ کو تلاش کر رہے ہیں" سمیرا نے ہولے ہولے سسکیاں لیتے ہوئے جواب دیا۔

"عتبہ اور نعمان؟"

"وہ بھی آپ کو ڈھونڈنے گئے ہوئے ہیں"

عمیر نے آنکھیں بند کر لیں

"بھائی جان" سمیرا قدرے توقف کے بعد بولی "آپ کہاں چلے گئے تھے؟ آپ نے ہمیں کیوں نہ

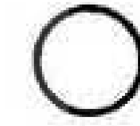
بتایا کہ آپ کہیں جا رہے ہیں۔؟ مجھے یقین ہے کہ آپ چوری کر کے نہیں بھاگے، شمعون نے آپ پر بہتان باندھا ہے۔ لیکن آپ مجھے کہاں؟ آپ خاموش کیوں ہیں؟ بھائی جان! آپ کو مجھ سے کوئی بات چھپانے کی ضرورت نہیں۔ آپ یثرب کے تمام یہودیوں کو لوٹ لیں تو بھی آپ میرے بھائی ہیں۔ ابا جان بہت خفا تھے، لیکن آپ فکر نہ کریں میں انہیں منالوں گی۔"

عمیر نے کوئی جواب نہ دیا۔ سمیرا نے سر اٹھا کر اُس کی طرف دیکھا اور پھر عاصم کی طرف متوجہ ہو کر بولی۔

"یہ پھر بے ہوش ہو گئے ہیں۔"

اُس نے جواب دیا۔ "تمہارے بھائی کو آرام کی ضرورت ہے۔ کچھ دودھ ہے تو لے آؤ۔"

"دودھ بہت ہے، میں ابھی لاتی ہوں۔" سمیرا یہ کہہ کر باہر نکل گئی۔



عاصم کا خیال تھا کہ وہ عمیر کو اُس کے گھر پہنچاتے ہی واپس چلا آئے گا۔ اور راستے میں اُس کے لئے سب سے بڑی ذہنی الجھن یہ تھی کہ عدی اور اُس کے خاندان کے افراد اُس کے ساتھ کس طرح پیش آئیں گے۔ اگرچہ ابھی امن کے دن ختم نہیں ہوئے تھے۔ لیکن بنو خزرج کے کسی گھر کی چار دیواری میں قدم رکھنا اُس کے نزدیک ایک غیر متوقع بات تھی۔ اگر عمیر بے ہوش نہ ہوتا، تو آبادی کے قریب پہنچتے ہی اُن کے راستے جُدا ہو جاتے۔ وہ یہ سوچ کر اِس گھر کے دروازے تک پہنچا تھا۔ کہ میں عمیر کو اُس کے باپ اور بھائیوں کے حوالے کرتے ہی لوٹ جاؤں گا۔ اگر کسی نے پوچھا کہ تم کون ہو تو میں جواب دیئے بغیر گھوڑے کو ایڑ لگا دوں گا اور وُہ عمیر کو اِس حالت میں دیکھ کر میری طرف زیادہ توجہ بھی نہ دیں گے۔ لیکن اب وہ کسی ندامت یا پریشانی کا احساس کئے بغیر اپنے دشمن کے گھر بیٹھا ہُوا تھا۔ یہ ایک خواب تھا، ایک ناقابل یقین خواب۔ اور سمیرا کو دیکھنے کے بعد اِس خواب کے تلخ اور اضطراب انگیز پہلو بتدریج اُس کی نگاہوں سے اوجھل ہو رہے تھے۔ سمیرا کا چہرہ فطرت کے اُن مظاہر کی دلکشی کا آئینہ دار تھا جن کی ایک ہلکی سی جھلک سے دیکھنے والوں کی نگاہوں کے زاویے بدل جاتے ہیں۔

عاصم کو دشمن کے مقابلے میں انتہائی سنگدلی کا ثبوت دینے کی تربیت دی گئی تھی اور عمیر کی اعانت کے ہر مرحلے میں اسے یہ محسوس ہو رہا تھا کہ وہ اپنی قبائلی اور خاندانی روایات سے غداری کر رہا ہے۔ لیکن اب اُس کی ذہنی کیفیت میں ایک غیر متوقع تبدیلی آ رہی تھی۔ جب اُس نے سمیرا کو کرب و اضطراب کی حالت میں دیکھا تھا تو اُس کے ذہن میں تکلیف کی ایک ہلکی سی لہر اٹھی تھی۔ اور عمیر کے ہوش میں آنے پر سمیرا کی مسکراہٹوں سے اُسے ایک طرح کی تسکین اور راحت محسوس ہوئی تھی۔ وہ تھوڑی دیر کے لئے یہ بھول چکا تھا کہ سمیرا اُس کے دشمن کی بیٹی ہے اور وہ ایک چھت کے نیچے جمع ہونے کے لئے پیدا نہیں ہُوئے۔ لیکن یہ کیفیت زیادہ دیر تک نہ رہی۔ وہ لمحات، جو اُسے ماضی کے تلخ ایام پر حاوی محسوس ہوئے تھے، گزر گئے اور یہ تمام واقعات اُسے ایک خواب سے زیادہ بے حقیقت محسوس ہونے لگے۔ وہ اٹھ کر بھاگ جانا چاہتا تھا، کہ سمیرا دودھ کا برتن اور پیالہ لئے کمرے میں داخل ہوئی اور اُس نے کہا۔ "میں آپ کا گھوڑا اصطبل میں باندھ کر اُس کے آگے گھاس ڈال آئی ہوں۔ میں نے اُس کی زین بھی اُتار دی ہے۔ میں آپ کے لئے بھی دودھ لے آئی ہوں۔ میں نے اُس میں شہد ڈال دیا ہے۔ بھائی جان شہد بہت پسند کرتے ہیں۔ آپ انہیں اٹھائیں۔"

عاصم نے عمیر کا بازو ہلایا اور اُس نے آنکھیں کھولے بغیر کہا۔ "مجھے سونے دو۔"

"بھئی تمہاری بہن دودھ لائی ہے، تھوڑا سا پی لو۔" عاصم نے اُسے زبردستی سہارا دے کر بٹھا دیا۔ عمیر نے غنودگی کی حالت میں آنکھیں کھولیں۔ سمیرا کے ہاتھ سے دودھ کا پیالہ لیا اور بڑے بڑے گھونٹ بھرنے کے بعد دوبارہ لیٹ گیا۔

سمیرا نے کہا۔ "بھائی جان ایک پیالہ اور پی لیجئے۔"

"نہیں نہیں، مجھے تنگ نہ کرو۔" عمیر نے آنکھیں بند کر کے کروٹ بدلتے ہوئے کہا۔

سمیرا نے دودھ کا پیالہ بھر کر عاصم کو پیش کیا لیکن اُس نے جواب دیا۔ "نہیں نہیں مجھے اِس کی ضرورت نہیں۔"

"آپ دودھ نہیں پیا کرتے ہے؟" سمیرا نے معصومانہ انداز میں سوال کیا۔

"پیتا ہوں لیکن اِس وقت مجھے اشتہا نہیں۔"

وہ بولی۔ "یہ غلط ہے میں بچپن سے اپنے باپ اور بھائیوں کے لئے کھانا پکاتی ہوں اور میرا تجربہ ہے کہ

مرد خواہ عمر کے کسی حصے میں ہوں، اُن کی بھوک اُن کے چہرے سے نظر آجاتی ہے۔ آپ کی صورت پکار پکار کر کہہ رہی ہے کہ مجھے کچھ کھانے کو چاہیئے۔"

عاصم نے سمیرا کی طرف دیکھا، وہ مسکراتے ہوئے بولی "لیجئے، آپ کے لئے کھانا بھی موجود ہے۔ میں ابھی لاتی ہوں۔"

عاصم کو سمیرا کی چمکتی ہوئی آنکھوں کی التجا حکم سے زیادہ مؤثر محسوس ہوئی اور اُس نے قدرے تذبذب کے بعد اُس کے ہاتھ سے دودھ کا پیالہ لے لیا۔ سمیرا اپنے بھائی کے پاؤں کی طرف بیٹھ گئی۔

عاصم نے دودھ پی کر پیالہ واپس کرتے ہوئے کہا "آپ کو میرے گھوڑے کی زین نہیں اُتارنی چاہیئے تھی۔ میں صرف آپ کے بھائی کو پہنچانے یہاں آیا تھا اور اب واپس جانا چاہتا ہوں۔"

سمیرا نے دودھ کا ایک اور پیالہ بھر کر اُس کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا "لیجئے! مجھے آپ کا چہرہ یہ بھی بتا رہا تھا کہ آپ بہت تھکے ہوئے ہیں۔ اور شاید کئی راتوں سے نہیں سوئے۔ اِس لئے میں نے دوسرے کمرے میں آپ کا بستر بھی بچھا دیا ہے ـــــ مجھے ایک بات پر ندامت ہے۔ میں اِس سے پہلے یہ نہ دیکھ سکی کہ آپ بھی زخمی ہیں۔ میں بھائی جان کی وجہ سے بہت پریشان تھی۔"

"میں زخمی نہیں ہوں۔"

"لیکن سینے پر آپ کی قمیص خون سے بھری ہوئی ہے۔"

"یہ آپ کے بھائی کا خون ہے۔ میں بیشتر راستہ اسے اپنے ساتھ چمٹا کر لایا ہوں۔"

"میں خوش ہوں کہ آپ زخمی نہیں ہیں۔ لیجئے نا۔"

"آپ اصرار نہ کریں، میں کافی پی چکا ہوں، اب مجھے اجازت دیجئے۔"

سمیرا نے پیالہ ایک طرف رکھتے ہوئے کہا "مہمان آدھی رات کے وقت ہمارے گھر سے رخصت نہیں ہوتے۔ اور میرے بھائی کی جان بچانے والا کوئی معمولی مہمان نہیں ہو سکتا۔ آپ ابا جان سے ملے بغیر نہیں جا سکتے وہ مجھ پر خفا ہوں گے۔"

"میں یہاں نہیں ٹھہر سکتا۔" عاصم نے اٹھ کر کہا۔

"کیوں ـــــ ؟"

"آپ کے بھائی کو معلوم ہے۔"

سمیرا نے بددلی کے لہجے میں کہا۔ اگر آپ کا جانا ضروری ہے تو میں آپ کو روکنے کی کوشش نہیں کروں گی۔ لیکن آپ نے میرے کسی سوال کا جواب نہیں دیا۔ "آپ کون ہیں؟ کہاں سے آئے ہیں؟ کہاں جا رہے ہیں؟ اور میرے بھائی جان آپ کو کہاں ملے تھے؟"

عاصم نے جواب دیا۔ "مجھے آپ ایک بھٹکا ہوا مسافر سمجھ لیجئے۔"

سمیرا مسکرائی "۔ رات کے بھٹکے ہوئے مسافروں کو صبح کی روشنی کا انتظار کرنا چاہیے۔ دیکھئے اگر مجھے اپنے بھائی کے متعلق اطمینان ہوتا تو میں آپ کو مجبور نہ کرتی، میں گھر میں اکیلی ہوں اور ممکن ہے کہ رات کے وقت مجھے آپ کی مدد کی ضرورت پڑ جائے۔"

عاصم نے جواب دیا "آپ کے بھائی کو صرف آرام کی ضرورت ہے، چند گھنٹے سونے کے بعد اِس کی حالت بہتر ہو جائے گی۔ ہاں! میں آپ سے ایک بات پوچھنا چاہتا تھا۔ شمعون نے آپ کے بھائی پر کیا الزام لگایا ہے؟"

"آپ شمعون کو جانتے ہیں؟"

"ہاں ـــــ"

"اُس نے کہا ہے کہ میرا بھائی چوری کر کے بھاگا تھا۔"

"یہ جھوٹ ہے۔ آپ اپنے باپ کو تسلی دے سکتی ہیں کہ عمیر نے چوری نہیں کی۔"

سمیرا کی آنکھیں مسرت سے چمک اٹھیں اور اُس نے کہا۔ "مجھے یقین تھا کہ شمعون جھوٹا ہے۔ لیکن یہ یکایک غائب کہاں ہو گئے تھے؟"

"میں آپ کو صرف اتنا بتا سکتا ہوں کہ شمعون نے اسے یہاں سے دور بھیج کر قتل کرانے کی کوشش کی تھی۔"

"اور آپ نے اس کی جان بچائی ہے؟"

"یہ محض اتفاق تھا کہ میں اُسی راستے سے آ رہا تھا اور انہیں زدوکوب کرنے والے مجھے دیکھ کر بھاگ گئے۔ لیکن آپ کسی کو یہ نہ بتائیں کہ رات کے وقت ایک اجنبی نے آپ کے بھائی کو گھر پہنچایا ہے۔"

"کیوں ـــــ ؟"

"آپ کا بھائی آپ کو بتا سکے گا کہ اس میں کیا مصلحت ہے۔ اور دیکھیئے جب انہیں ہوش آئے تو میری طرف سے کہہ دیجئے کہ جو جانور ہمیں راستے میں ملے تھے ان میں نصف آپ کے حصے میں آئے ہیں۔ آپ جس وقت چاہیں گے انہیں آپ کے پاس پہنچا دیا جائے گا۔" عاصم یہ کہہ کر دروازے کی طرف بڑھا۔

"ٹھہریئے! میں آپ کے ساتھ چلتی ہوں۔" سمیرا نے یہ کہہ کر ایک دیا اٹھایا اور اُسے جلتے ہوئے چراغ کی لَو سے روشن کر کے عاصم کے ساتھ چل پڑی۔ کشادہ صحن کے ایک کونے میں ایک چھپر کے نیچے تین اور گھوڑوں کے ساتھ عاصم کا گھوڑا بندھا ہوا تھا اور پاس ہی اُس کی زین پڑی تھی۔ عاصم گھوڑے کو لگام دینے کے بعد زین کسنے لگا تو سمیرا نے کہا۔ "آپ کہیں دور جا رہے ہیں، اگر کوئی دشمن آپ کا پیچھا کر رہا ہے تو آپ کو بھاگنے کی ضرورت نہیں۔ ابا جان آپ کو پناہ دے سکیں گے۔ ہمارا تمام قبیلہ آپ کی مدد کرے گا۔"

یہ معصوم الفاظ عاصم کے دل کی گہرائیوں میں اتر گئے اور اُس نے فوراً گفتگو کا موضوع بدلنے کی ضرورت محسوس کرتے ہوئے پوچھا۔ "تمہارا نام سمیرا ہے۔"

"ہاں! آپ کو کیسے معلوم ہوا۔؟"

"ابھی عمیر نے تمہیں اس نام سے پکارا تھا۔"

سمیرا نے کہا۔ "میں آپ کو دیکھ کر ڈر گئی تھی۔ اگر میرا بھائی بے ہوش نہ ہوتا تو مجھے آپ کو اندر بلانے کی جرأت نہ ہوتی۔ پہلی بار چراغ کی روشنی میں آپ کو دیکھ کر بھی مجھے کچھ خوف محسوس ہوا تھا لیکن اب..... مجھے آپ سے ڈر نہیں لگتا۔"

عاصم زین کس چکا تھا۔ اُس نے رسا کھول کر گھوڑے کی گردن میں لپیٹتے ہوئے کہا۔ "آپ کو ایک اجنبی کی صورت سے دھوکا نہیں کھانا چاہیئے۔ ممکن ہے وہ آپ کا دشمن ہو۔"

سمیرا نے جواب دیا۔ "اگر آپ ہمارے دشمن ہوتے تو بھی آپ کی صورت دیکھنے کے بعد مجھے کوئی خوف

محسوس نہ ہوتا ـــــ۔"

عاصم گھوڑے کی باگ پکڑ کر چھپر سے باہر نکلا اور سمیرا اُس کے آگے آگے چل پڑی۔ اچانک ہوا کے جھونکے سے چراغ بجھ گیا اور صحن میں تاریکی چھا گئی۔ سمیرا نے چراغ نیچے رکھ دیا اور دونوں کچھ کہے بغیر پھاٹک کے قریب پہنچ گئے۔ عاصم جو چند لمحات قبل وہاں سے بھاگنا چاہتا تھا اب تذبذب کی حالت میں کھڑا تھا۔ سمیرا نے کہا۔ "مجھے معلوم نہیں کہ آپ کی مجبوریاں کیا ہیں؟ آپ کہاں سے آئے ہیں اور کہاں جا رہے ہیں؟ میرے گھر والوں کو اس بات کا افسوس ہوگا کہ وہ آپ کے احسان کا بدلہ نہ دے سکے۔ آپ دوبارہ ہمارے گھر نہیں آئیں گے؟"

"نہیں ـــــ۔"

"کیوں ـــــ۔"

عاصم نے قدرے تذبذب کے بعد جواب دیا۔ "ہر سوال کا جواب دینا آسان نہیں ہوتا۔"

"تو میں آپ سے کچھ نہیں پوچھوں گی۔ میں آپ کو صرف یہ بتانا چاہتی ہوں کہ اس گھر کے مکین احسان فراموش نہیں ہیں۔ ہمارا دروازہ آپ کے لئے ہمیشہ کھُلا رہے گا۔"

عاصم کا دل پسیجا جا رہا تھا۔ اُس نے کرب انگیز لہجے میں کہا۔ "اب میں جانے سے پہلے تمہاری الجھن دُور کر دینا ضروری سمجھتا ہوں، لیکن یہ باتیں صرف تمہارے کانوں کے لئے ہیں۔ میں قبیلۂ اوس سے تعلق رکھتا ہوں اور ہمارے درمیان خون کی ندیاں اور آگ کے پہاڑ حائل ہیں۔ تم نے کہا تھا کہ تاریک رات کے مسافر کو صبح ہونے کا انتظار کرنا چاہیے، لیکن ہم جس بھیانک رات کے مسافر ہیں وہ شاید ہماری زندگی میں ختم نہیں ہوگی۔"

سمیرا کچھ دیر سر جھکائے کھڑی رہی بالآخر اُس نے بھرّائی ہوئی آواز میں کہا۔ "جائیے۔"

عاصم کچھ کہے بغیر بھاری بھاری قدم اٹھاتا، پھاٹک سے باہر نکلا اور مڑ کر صحن کی طرف دیکھنے لگا۔ سمیرا بے حس و حرکت اپنی جگہ کھڑی تھی۔ عاصم پاؤں رکاب میں ڈال کر گھوڑے پر سوار ہونے لگا تو سمیرا نے لرزتی ہوئی آواز میں کہا۔ "ٹھہریئے!" وہ رک گیا۔ سمیرا چند قدم آگے بڑھی، رُکی اور پھر بھاگ کر اُس کے قریب آ گئی۔

سمیرا نے کہا۔ "مجھے اس سے سروکار نہیں کہ آپ کون ہیں؟ لیکن اپنے بھائی کی اعانت کے لئے میں آپ کی شکر گزار ہوں۔ اگر آپ قبیلۂ اوس سے تعلق رکھتے ہیں تو ہم پر آپ کے احسان کا بوجھ اور بھی زیادہ ہو جاتا ہے۔"

عاصم نے کہا۔"اب تمہیں یہ سمجھانے کی ضرورت نہیں رہی کہ ہم زندگی میں دوبارہ ایک دوسرے کو نہیں دیکھ سکیں گے لیکن میں تمہاری رفاقت کے یہ چند لمحے زندگی بھر نہیں بھولوں گا۔ اس وقت مجھے یہ اعتراف کرتے کوئی شرم محسوس نہیں ہوتی کہ اگر تم عدی کی بیٹی یا میں سہیل کا بیٹا نہ ہوتا تو تمہارا معمولی سا اشارہ بھی میرے لئے ایک حکم کا درجہ رکھتا۔"

"مجھے فخر ہے کہ میں عدی کی بیٹی ہوں لیکن آج کے بعد سے، میں آپ سے نفرت نہیں کر سکوں گی، چلئے میں آپ کو باغ کے باہر چھوڑ آتی ہوں۔"

وہ چل پڑے۔ عاصم نے کہا۔"تم یہ جاننے کے بعد بھی مجھ سے خوف محسوس نہیں کرتیں کہ میں سہیل کا بیٹا ہوں۔"

"نہیں" اُس نے جواب دیا۔"مجھے یقین ہے کہ اگر اس باغ سے درندوں کا لشکر نکل آئے تو بھی آپ میری حفاظت کریں گے۔ کاش! آپ کی صورت ایسی ہوتی کہ مجھے دیکھ کر خوف آسکتا۔"

وہ باغ کے آخری کنارے پہنچ کر رُک گئے۔

عاصم نے کہا۔"اب زمانہ امن کے صرف چند دن باقی ہیں۔ اس کے بعد اوس اور خزرج اپنی تلواریں تیز کرنے میں مصروف ہو جائیں گے۔"

سمیرا نے جواب دیا۔"امن کے دن ختم ہو جانے کے بعد، میں آپ سے یہ نہیں کہوں گی کہ آپ اپنی تلوار تیز نہ کریں۔ اوس اور خزرج اپنی تقدیر نہیں بدل سکتے۔ لیکن اس وقت آپ کو بار بار مجھے یہ یاد دلانے کی ضرورت نہیں کہ آپ میرے دشمن ہیں۔"

"تم نہیں جانتیں کہ میں تمہیں یہ بات بار بار کیوں یاد دلا رہا ہوں؟ سنو! میں یہ محسوس کرتا ہوں کہ ہم بے خیالی میں، چند لمحات کے اندر ایک خطرناک راستے کی کئی منزلیں طے کر چکے ہیں۔ قدرت نے میرے ساتھ مذاق کیا ہے اور تمہیں اس مذاق کو انتہا تک پہنچانے کی کوشش نہیں کرنی چاہیئے۔ جاؤ، سمیرا! جب تم سنجیدگی کے ساتھ سوچو گی تو یہ تمام واقعات تمہیں بھی ایک مذاق ہی محسوس ہوں گے۔ تم میری حماقت پر ہنسو گی لیکن میں شاید ہنس بھی نہ سکوں۔"

لیکن سمیرا اپنی جگہ سے نہ ہلی۔ وہ بے حس و حرکت کھڑی عاصم کی طرف دیکھ رہی تھی اور عاصم تاریکی

میں بھی اُس کی آنکھوں کی چمک محسوس کر سکتا تھا۔

وہ بولی۔"تو آپ کو عدی کی بیٹی سے نفرت نہیں۔ اِس کے باوجود کہ آپ سہیل کے بیٹے ہیں۔"

عاصم نے جواب دیا۔"میں سہیل کا بیٹا ہوتے ہوئے بھی ایک انسان ہوں اور کوئی انسان تم سے نفرت نہیں کر سکتا لیکن میرے نفرت کرنے یا نہ کرنے سے کیا ہوتا ہے۔ ہمارے راستے ایک دوسرے سے مختلف ہیں۔ آج کے بعد ہم ایک دوسرے کو نہیں دیکھیں گے، خون کی جو ندیاں ہمارے درمیان حائل ہیں وہ بتدریج وسیع ہوتی جائیں گی۔"

"بعض اوقات انسان اپنے دشمن کو دیکھنے کے لئے بھی بے چین ہو جاتا ہے۔"

"ہاں ـــــ!"

"تو کیا یہ نہیں ہو سکتا کہ آپ کسی دن مجھے دیکھنے کے لئے بے چین ہو جائیں۔"

عاصم نے جواب دیا۔"اگر تم اِسے اپنی فتح خیال کرتی ہو تو مجھے یہ کہنے میں کوئی تکلیف محسوس نہیں ہوتی کہ میں ہمیشہ تمہیں دیکھنے کے لئے بے چین رہوں گا۔ میں اُس وقت بھی تمہیں دیکھنا چاہوں گا۔ جب میری تلوار تمہارے بھائیوں کی تلواروں سے ٹکرا رہی ہوگی۔"

سمیرا نے جواب دیا۔"تمہاری تلوار میرے بھائیوں کی تلوار سے نہیں ٹکرائے گی۔"

"تم مجھے بزدلی اور بے غیرتی کا طعنہ نہیں دے سکتیں۔"

"اگر تم بزدل ہوتے تو میرے بھائی کو اٹھا کر ہمارے گھر نہ لاتے۔ تم خون کی ندیاں اور آگ کے پہاڑ عبور کر کے یہاں آئے ہو اور اِس کے لئے ایک مرد کے حوصلے کی ضرورت تھی۔ مجھے معلوم نہیں کہ کل میرے احساسات کیا ہوں گے۔ لیکن اگر میں اپنے بہادر دشمن کو دوبارہ دیکھنے کے لئے بے چین ہو گئی تو اُس کا انتظار کیا کروں گی۔ اُدھر دیکھو" سمیرا نے نخلستان کے باہر ایک پہاڑی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔"اُس پہاڑی کی چوٹی پر کتنا تابناک ستارہ نمودار ہو رہا ہے۔ آئندہ ہر مہینے کی چاند رات کو یہ ستارا نمودار ہونے کے بعد میں اُس پہاڑی کے دامن میں تمہاری راہ دیکھا کروں گی۔ اور اگر تم نفرت کی آگ کا سمندر عبور کرنے پر مجبور ہو جاؤ، تو ضرور آنا۔"

عاصم نے جواب دیا۔"اگر میں اگلے مہینے تک زندہ رہا اور ایک حسین دشمن کو دیکھنے کی خواہش پر قابو نہ پا سکا تو ضرور آؤں گا۔ لیکن اِس کا انجام کیا ہوگا؟"

"مجھے معلوم نہیں! میں منات، عزیٰ اور ہبل سے یہ دعا کیا کروں گی کہ وہ مجھے آپ کو دیکھنے کے لئے بے چین نہ ہونے دیں۔ لیکن آپ ضرور آئیں، ممکن ہے میری دعائیں قبول نہ ہوں۔"

عاصم گھوڑے پر سوار ہوگیا اور کچھ دیر خاموشی سے سمیرا کی طرف دیکھتا رہا۔ بالآخر اُس نے کہا۔"میں نہیں کہہ سکتا کہ منات اور عزیٰ سے میری دعائیں کیا ہوں گی۔ میں صرف اتنا جانتا ہوں کہ اگر اِس طرف نہ آسکا تو بھی یہ راستہ نہیں بھولوں گا۔"

"میں نے آپ کا نام نہیں پوچھا۔"

"میرا نام عاصم ہے۔ عاصم بن سہیل۔ لیکن تمہاری بھلائی اسی میں ہے کہ تم کسی سے میرا ذکر نہ کرو۔"

"میں وعدہ کرتی ہوں کہ میں اُس تاب ناک ستارے کے سوا کسی سے آپ کا ذکر نہیں کروں گی۔"

"اگر اُس ستارے کی زبان ہوتی تو وہ تم سے یہ کہتا کہ عاصم تمہارے باپ، تمہارے بھائیوں، اور تمہارے قبیلے کا دشمن ہے۔ اُس کے لئے تمہارے دل میں نفرت اور حقارت کے سوا اور کوئی جذبہ نہیں ہونا چاہیئے۔" عاصم نے یہ کہہ کر گھوڑے کو ایڑ لگادی۔ سمیرا آہستہ آہستہ قدم اٹھاتی ہوئی گھر کی طرف چل دی۔ راستے میں وہ یہ بار بار کہہ رہی تھی ـــــ "کاش، تم سہیل کے بیٹے نہ ہوتے! کاش، تم یہاں نہ آتے!"

عاصم اپنے مکان کی چار دیواری کے قریب پہنچا تو عباد باہر کھڑا اُس کا انتظار کر رہا تھا۔

"آپ نے بہت دیر لگادی۔" وہ آگے بڑھ کر گھوڑے کی باگ پکڑتے ہوئے بولا۔

عاصم نے گھوڑے سے اترتے ہوئے کہا۔"تمہیں آرام کرنا چاہیئے تھا۔"

عباد نے شکایت کے لہجے میں جواب دیا۔"یہاں آرام کون کر سکتا ہے، آپ کے چچا نے آسمان سر پہ اٹھا رکھا ہے۔ وہ تین بار مجھے گالیاں دے چکے ہیں۔"

"تم نے انہیں کچھ بتایا تو نہیں؟"

"نہیں! میں نے ان کی تسلی کے لئے کہہ دیا تھا کہ ہمارا ایک گھوڑا کہیں بھاگ گیا ہے اور آپ اُسے

تلاش کر رہے ہیں۔ آپ جلدی سے اندر جائیں، وہ بہت پریشان ہیں۔"

عاصم تیز تیز قدم اٹھاتا صحن میں داخل ہوا۔ اُس کے قدموں کی چاپ سُن کر ایک لڑکا کمرے سے باہر نکلا اور بھاگ کر اُس سے لپٹ گیا۔ یہ اُس کا چچازاد بھائی سالم تھا۔

"ابا جان! بھائی عاصم آگئے!" اُس نے پکار کر کہا۔

ہبیرہ اور اُس کی بیوی لیلیٰ کمرے سے باہر نکلے۔ عاصم نے سالم کو ایک طرف ہٹا کر اپنی چچی کو سلام کیا اور اس کے بعد ہبیرہ سے بغل گیر ہوگیا۔

ہبیرہ نے شکایت کے لہجے میں کہا۔"عاصم آج تم نے مجھے بہت پریشان کیا۔ اگر تم تھوڑی دیر اور نہ آتے تو میں تمہاری تلاش میں نکلنے والا تھا۔ وہ گھوڑا مل گیا؟"

"نہیں! وہ بستی کے قریب پہنچتے ہی اچانک ایک طرف بھاگ گیا اور مجھے اُس کا سراغ نہ مل سکا۔"

"تمہیں اتنے کامیاب سفر کے بعد ایک گھوڑے کے لئے پریشان ہونے کی ضرورت نہ تھی۔ چلو اندر چلیں!"

"سعاد کہاں ہے؟"

"وہ کھڑی ہے۔" لیلیٰ نے دروازے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا

سالم نے کہا۔"بھائی جان! سعاد آپ سے روٹھ گئی ہے۔ وہ کہتی ہے کہ آپ نے بہت دیر لگائی ہے۔"

عاصم نے آگے بڑھ کر سعاد کو چمٹا لیا اور اُس کی ٹھوڑی پکڑ کر اُسے اپنی طرف متوجہ کرتے ہوئے کہا۔"اگر میری ننھی بہن مجھ سے خفا ہے تو میں ابھی واپس چلا جاؤں گا!"

سعاد مسکرائی۔"سالم جھوٹ کہتا ہے۔"

وہ ایک کشادہ کمرے میں داخل ہوئے اور چٹائی پر بیٹھ گئے۔ عاصم نے کہا۔"سعاد! میں تمہارے لئے دمشق سے کپڑے اور یروشلم سے انگوٹھی لایا ہوں اور چچی جان! آپ کے لئے بھی!"

لیلیٰ نے کہا۔"سعاد اپنے بھائی کے لئے کھانا لاؤ!"

سعاد دوسرے کمرے میں چلی گئی۔ ہبیرہ نے کہا۔"بیٹا! میں اس کامیاب سفر پر تمہیں مبارکباد دیتا ہوں۔ یہ تلواریں بہت اچھی ہیں۔ صرف کپڑا بیچ کر ہم شمعون کا سارا قرضہ اتار سکیں گے لیکن یہ گھوڑے اور اونٹ

"نہیں کیسے مل گئے ؟"

"چچا جان یہ آوارہ پھر رہے تھے اگر چند دن تک ان کا وارث نہ آیا تو یہ ہمارے ہیں۔"

ہبیرہ نے کہا" بیٹا! لوگ اپنے جانور یونہی راستے میں نہیں چھوڑ جاتے، تم مجھ سے کوئی بات چھپا تو نہیں رہے ؟"

"نہیں چچا جان" عاصم نے اپنی پریشانی پر قابو پانے کی کوشش کرتے ہوئے کہا۔

ہبیرہ نے کہا" اب ہمارے قبیلے کا ہر آدمی یہ تلواریں حاصل کرنے کی کوشش کرے گا لیکن ہم صرف اُن لوگوں کے ہاتھ فروخت کریں گے جو دشمن سے لڑنے کا عہد کریں گے۔"

عاصم نے جواب دیا" چچا جان! میرا کام تلواریں لانا تھا۔ یہ آپ بہتر جانتے ہیں کہ ان کا حق دار کون ہے۔"

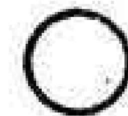
ہبیرہ نے کہا" امن کے دن ختم ہونے کے بعد تمہیں بہت محتاط رہنا چاہیئے۔ تمہاری اس کامیابی کے بعد بنوخزرج حسد کی آگ سے جل اٹھیں گے۔"

"آپ میری فکر نہ کریں۔ میں اپنی حفاظت کرسکوں گا۔"

سعاد نے کھانا لاکر عاصم کے سامنے رکھ دیا اور ہبیرہ نے کہا" بیٹا تم کھانا کھاتے ہی سو جاؤ۔ صبح اطمینان سے باتیں کریں گے۔"

"عباد کھانا کھا چکا ہے ؟" عاصم نے سوال کیا ؟

"ہاں" ہبیرہ نے جواب دیا۔



رات کے پچھلے پہر شمعون کے نوکر نے اُسے جگایا اور اطلاع دی کہ داؤد واپس آگیا ہے اور اسی وقت آپ سے ملنے پر مصر ہے۔

شمعون بدحواس ہوکر اپنے کمرے سے باہر نکلا اور آنکھیں ملتا ہوا مہمان کے کمرے میں داخل ہوا۔

داؤد اندر بیٹھا تھا۔ شمعون نے اُسے دیکھتے ہی پوچھا۔ کیا ہوا تم واپس کیوں آ گئے ؟"

"ہم پر راستے میں کسی نے حملہ کر دیا تھا۔"

"عمیر کا کیا بنا ؟"

"ہم اُسے ادھ مؤا کر چکے تھے لیکن میں یقین کیساتھ نہیں کہہ سکتا کہ وہ زندہ ہے یا مر گیا ہے۔ رات کے وقت کسی نامعلوم دشمن کا حملہ اِس قدر اچانک تھا کہ ہمیں سب کچھ چھوڑ کر بھاگنا پڑا۔ وہ میرے دو اونٹ اور پانچ گھوڑے لے گئے ہیں۔"

"بدو ہوں گے!"

"نہیں! میرے گھوڑے اور اونٹ یثرب کی طرف آئے ہیں۔ ہم نے اُن کے نشان دیکھے ہیں۔ اگر راستے میں رات نہ ہو جاتی تو ہم ڈاکوؤں کے گھر تک پہنچ جاتے۔ اگر وہ آگے نہیں نکل گئے تو میرے آدمی صبح ہوتے ہی اُن کا کھوج لگالیں گے۔ مجھے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ڈاکو یہیں سے ہمارے پیچھے لگ گئے تھے۔"

شمعون مضطرب ہوکر بولا" میری سمجھ میں کچھ نہیں آتا مجھے تمام واقعات سناؤ!"

داؤد نے کہا" ہم کل رات عمیر کو رسیوں میں جکڑ کر زدوکوب کر رہے تھے کہ ڈاکوؤں نے اچانک حملہ کر دیا۔ ایک تیر میرے غلام کو لگا اور ہمیں بھاگنا پڑا۔ تاریکی میں ہم یہ نہ دیکھ سکے کہ حملہ آور کون ہیں اور انکی تعداد کتنی ہے۔ وہاں سے کوئی سات کوس دور بدوؤں کی ایک بستی تھی، ہم وہاں پہنچ گئے۔ بدوؤں کا سردار ہمارا واقف نکلا۔ اُس نے میرے زخمی نوکر کو اپنے پاس ٹھہرا لیا اور ہماری مدد کے لئے بیس آدمی ساتھ کر دیئے لیکن جب ہم واپس اُس جگہ پہنچے تو میرے گھوڑے اور اونٹ غائب تھے۔ ہم باقی رات اِدھر اُدھر تلاش کرتے رہے اور صبح کی روشنی میں اونٹوں اور گھوڑوں کے تازہ نشان دیکھ کر یثرب کی طرف چل پڑے۔ بدوؤں نے دن بھر ہمارا ساتھ دیا لیکن غروب آفتاب کے وقت یہ کہہ کر واپس چلے گئے کہ اگر ڈاکو یثرب کے رہنے والے ہیں تو ہم تمہاری کوئی مدد نہیں کر سکتے۔ میں اپنے نوکروں کو تلاش جاری رکھنے کا حکم دے کر آپ کے پاس پہنچا ہوں۔ اگر صبح تک پتا چل گیا تو شاید اپنا مال چھڑانے کے لئے مجھے آپ کی اعانت کی ضرورت پڑے۔"

"لیکن عمیر کا کیا بنا۔ ؟" شمعون نے سوال کیا۔

"مجھے معلوم نہیں! ہم نے رات کے وقت اپنے پڑاؤ میں آگ جلائی تھی، لیکن جب ہم بدوؤں کو ساتھ لے کر واپس پہنچے تو آگ بجھ چکی تھی۔"

شمعون نے تلخ ہو کر کہا "تم نے رات کی تاریکی میں صرف یہ دیکھنے کی کوشش کی کہ تمہارے اونٹ اور گھوڑے غائب ہیں اور تمہیں اس بات کا خیال نہ آیا کہ میرے لئے عمیر کا مسئلہ خیبر کے تمام گھوڑوں اور اونٹوں سے زیادہ اہم ہے، اگر وہ زندہ ہے تو یثرب کے طول و عرض میں میرے خلاف غم و غصہ کی آگ بھڑک اٹھے گی۔"

داؤد نے جواب دیا "یہ درست ہے کہ ہم نے عمیر کو وہاں نہیں دیکھا۔ اور میں نے اسے رات کے وقت اِدھر اُدھر تلاش کرنے کی کوشش بھی نہیں کی لیکن مجھے یقین ہے کہ وہ مر چکا ہوگا۔"

"لیکن تم کہتے ہو کہ تم نے اس کے ہاتھ پاؤں باندھ دیئے تھے۔ کیا اب میں اس بات پر یقین کر لوں کہ مرنے کے بعد وہ اپنی رسیاں کھول کر بھاگ گیا ہے؟"

"ممکن ہے کہ ڈاکوؤں نے اسے کہیں دفن کر دیا ہو!"

"میں نے آج تک لاوارث لاشوں کو ٹھکانے لگانے والے ڈاکو نہیں دیکھے۔ اس بات کا زیادہ امکان ہے کہ وہ زندہ ہو اور ڈاکو اسے اپنے ساتھ لے گئے ہوں اور صبح تک بنو خزرج کے سینکڑوں آدمی میرے گھر کے سامنے جمع ہو جائیں۔ اگر یہ صورت ہوئی تو تمہیں اپنے اونٹوں اور گھوڑوں کا مسئلہ اس قدر اہم نظر نہیں آئے گا۔ تم اتنے بیوقوف اور بزدل تھے کہ ایک آدمی رسیوں میں جکڑا ہوا تھا اور تم بھاگنے سے پہلے اسے موت کے گھاٹ نہ اتار سکے!"

داؤد نے کہا "اگر مجھے ملامت کرنے سے آپ کو کوئی فائدہ پہنچ سکتا ہے تو میں احتجاج نہیں کروں گا لیکن کیا یہ نہیں ہو سکتا کہ ڈاکوؤں نے بھاگنے سے پہلے اس کی رسیاں کاٹ دی ہوں اور وہ کہیں اس پاس پڑا اپنے آخری سانس گن رہا ہو۔"

شمعون نے جھنجھلا کر کہا "تم مجھے صرف ایک جواب دے سکتے ہو اور وہ یہ ہے کہ میں نے اپنے ایک بیوقوف رشتہ دار پر اعتماد کرنے میں غلطی کی ہے۔ اب تم یہیں بیٹھو، میں ابھی آتا ہوں!"

شمعون باہر نکل گیا اور تھوڑی دیر بعد واپس آکر داؤد کے قریب بیٹھ گیا۔

"آپ کہاں گئے تھے؟" داؤد نے مرجھائی ہوئی آواز میں پوچھا۔

میں نے اپنے نوکر کو عمیر کے گھر بھیجا ہے۔ اگر ڈاکو اسے اپنے ساتھ لے گئے ہیں تو اس وقت اسے

اپنے گھر میں ہونا چاہیئے۔ اور اگر وہ گھر نہیں پہنچا تو تمہیں فوراً واپس جا کر اسے تلاش کرنا پڑے گا۔ اگر وہ زندہ ہے تو ہمارے لئے اسے قتل کرنا ضروری ہے!"

داؤد نے کہا "آپ کو اس کے متعلق اس قدر پریشان نہیں ہونا چاہیئے اگر وہ زندہ ہے تو صرف میرے لئے کسی خطرے کا باعث ہو سکتا ہے اور میں اپنی صفائی میں یہ کہہ سکوں گا کہ جب ڈاکوؤں نے حملہ کیا تھا ہم بھاگ گئے تھے اور عمیر ان کا مقابلہ کرتے ہوئے زخمی ہو گیا تھا۔ پھر جب میں یہ بتاؤں گا کہ ڈاکوؤں نے میرے ایک نوکر کو بھی زخمی کر دیا تھا تو یہ بات اور وزنی ہو جائے گی۔"

شمعون نے تلخ ہو کر کہا "لیکن جب عمیر یہ کہے گا کہ تم نے اسے قتل کرنے کی کوشش کی تھی تو اہل یثرب تمہاری بات کیسے مانیں گے؟"

"اگر یثرب کے یہودی میری وکالت کریں گے تو بنو خزرج کو مجھے جھٹلانے کی جرأت نہ ہو گی۔"

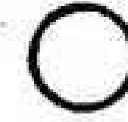
"لیکن میں عدی کو کیا جواب دوں گا! میں اس سے کہہ چکا ہوں کہ عمیر میرے گھر سے دو سو دینار چوری کر کے کہیں بھاگ گیا ہے۔"

"میں تمہارے حق میں یہ گواہی دوں گا کہ میں نے ڈاکوؤں کے حملہ کرنے سے پہلے عمیر کے پاس دو سو دینار دیکھے تھے لیکن مجھے معلوم نہ تھا کہ یہ چوری کا مال ہے۔"

شمعون نے کچھ دیر سوچنے کے بعد کہا "اگر عمیر زندہ ہے تو تمہیں یہ تسلیم کرنے کی ضرورت پیش نہیں آئے گی کہ وہ تمہارے ساتھ سفر کر رہا تھا۔ تمہارے لئے یہ کہنا زیادہ بہتر ہو گا کہ تم پر ڈاکوؤں نے حملہ کیا تھا اور تم کچھ دیر مقابلہ کرنے کے بعد بھاگ گئے، تمہارے ہاتھوں ان کا ایک آدمی زخمی ہوا تھا لیکن رات کے وقت تم یہ معلوم نہیں کر سکے کہ وہ کون ہے، پھر اگر عمیر نے ہم پر کوئی الزام لگایا تو ہم کہہ سکیں گے کہ وہ چوری کا جرم چھپانے کے لئے الٹا ہمیں بدنام کرنا چاہتا ہے، اگر تمہارے گھوڑے اس کے گھر سے مل گئے تو ہمیں لوگوں کو یہ یقین دلانے میں وقت پیش نہیں آئے گی کہ عمیر ڈاکوؤں کے ساتھ تھا لیکن یہ سب بعد کی باتیں ہیں اس وقت ہمارے لئے یہ جاننا ضروری ہے کہ عمیر زندہ ہے یا مر گیا ہے۔"

داؤد نے کہا "خدا کی قسم! ذہانت میں عرب کا کوئی آدمی آپ کی گرد کو بھی نہیں پہنچ سکتا۔ آپ کو یثرب

کے تمام یہودیوں کا سردار ہونا چاہیئے تھا۔ کنانہ، حارث اور کعب آپ کی ہمسری کا دعویٰ نہیں کر سکتے۔"



طلوع سحر سے کچھ پہلے عمیر بستر پر لیٹا ہوا تھا۔ نعمان اور سمیرا اُس کے پاؤں کی طرف اور عدی اور عتبہ اُس کے قریب دوسرے تخت پر بیٹھے تھے۔

عدی نے کہا: "بیٹا! مجھے یقین ہے کہ شمعون نے تم پر بہتان باندھا ہے۔ میں اُسے مرتے دم تک معاف نہیں کروں گا۔ لیکن تمہیں چھڑانے والے کون تھے؟ کاش! تم نے اُن کا پتا معلوم کر لیا ہوتا۔ اب اُن کا احسان ہماری گردن پر رہے گا۔"

عمیر نے کہا: "اباجان! رات کے وقت مجھے یہ معلوم نہ ہو سکا کہ حملہ کرنے والے کون تھے؟ اس کے بعد میں بے ہوش ہو گیا تھا۔ جب مجھے ہوش آیا تو میں اُس جگہ سے کوسوں دور بستی کے باہر پڑا ہُوا تھا۔ ممکن ہے کہ مجھے بچانے والوں نے کسی مجبوری کے باعث ہمارے گھر تک آنا پسند نہ کیا ہو لیکن مجھے یقین ہے وہ کسی دن ضرور آپ کے پاس آئیں گے۔"

سمیرا نے کہا: "ممکن ہے وہ ہمارا کوئی دشمن ہو۔"

عدی نے برہم ہو کر کہا: "عمیر کی جان بچانے والا ہمارا دشمن نہیں ہو سکتا!"

عمیر نے کہا: "اباجان! داؤد، شمعون کو یقیناً یہ اطلاع دے گا کہ میں زندہ ہوں۔ اس لئے آپ کسی کو میرے گھر پہنچنے کی خبر نہ ہونے دیں۔ ممکن ہے اب وہ دوسروں کے سامنے مجھ پر چوری کا الزام عائد کرنے کی ضرورت محسوس نہ کرے۔ اُسے چند دن خاموش رکھنے کے بعد ہم اُسے جی بھر کر ذلیل کر سکیں گے اور مجھے یقین ہے کہ جب تک اُسے میرے مرجانے یا زندہ ہونے کے متعلق اطمینان نہیں ہو جاتا وہ خاموش رہے گا۔"

عدی نے پوچھا: "تم نے کسی پڑوسی کو خبر تو نہیں دی؟"

"نہیں۔" اُس نے جواب دیا۔ "ممکن ہے کہ ہمارے نوکر شاید یہ بات نہ چھپا سکیں۔"

"میں انہیں تاکید کر دوں گا۔"

نعمان نے چونک کر کہا: "معلوم ہوتا ہے، باہر کوئی آوازیں دے رہا ہے۔"

عدی نے کہا: "جا کر دیکھو، کون ہے؟ نوکر اس وقت نہیں اٹھیں گے وہ ساری رات کے تھکے ابھی سوئے ہیں۔"

عمیر نے کہا: "ٹھہرو۔ نعمان! ممکن ہے شمعون میرا پتا لگانے آیا ہو۔ عتبہ! تم جاؤ!"

"نہیں! میں خود جاتا ہوں۔" عدی یہ کہہ کر اٹھا اور باہر نکل گیا۔ صحن طے کر کے اُس نے پھاٹک کھولا تو باہر شمعون کا غلام کھڑا تھا۔

عدی خون کے گھونٹ پی کر رہ گیا۔

شمعون کے غلام نے کہا: "میں دیر سے آپ کے نوکروں کو آوازیں دے رہا ہوں!"

"وہ تھک کر سو گئے ہیں۔ ہم نے ساری رات عمیر کو تلاش کیا ہے۔"

"میرے آقا بہت فکرمند تھے وہ پوچھتے ہیں کہ اُس کا کوئی پتا چلا یا نہیں؟"

"اپنے آقا سے کہو کہ میں پھر اُس کی تلاش میں جا رہا ہوں۔ اگر وہ نہ ملا تو بھی اس کی ایک ایک کوڑی ادا کی جائے گی۔"

"میرے آقا نے کہا تھا کہ اگر آپ کو عمیر کا کوئی سراغ ملے تو مجھے ضرور اطلاع دیں!"

"اُس سے کہہ دو کہ اگر عمیر مل گیا تو میں اُس کے گلے میں رسی ڈال کر تمہارے پاس لاؤں گا۔"

شمعون کا غلام واپس چلا گیا۔

شمعون اپنے مکان کے ایک کمرے میں داؤد کے ساتھ ناشتہ کر رہا تھا۔ داؤد کے تین نوکر ہانپتے ہوئے اندر داخل ہوئے اور اُن میں سے ایک نے کہا: "جناب ہم نے اپنے گھوڑے اور اونٹ بنو اوس کے ایک آدمی کے گھر دیکھ لئے ہیں!"

"کون ہے وہ؟" شمعون نے چونک کر سوال کیا۔

"جناب! وہ ہبیرہ ہے جس کا بھتیجا بچپن میں آپ کے پاس رہ چکا ہے۔"

"یہ ناممکن ہے ہبیرہ ڈاکو نہیں اور اس کا ایک ہاتھ بھی کٹا ہوا ہے۔"

"جناب! اُس کے پڑوسیوں سے ہمیں یہ پتا چلا ہے کہ اُس کا بھتیجا جو شام کی طرف گیا ہوا تھا واپس آگیا ہے اور اپنے ساتھ بہت کچھ لایا ہے۔"

شمعون اُٹھ کر کھڑا ہو گیا "تمہیں یقین ہے کہ تمہارے گھوڑے اُس کے گھر میں ہیں؟"

"جی ہاں! ہم نے اپنی آنکھوں سے دیکھے ہیں۔ وہاں وہ گھوڑا بھی موجود ہے جس پر عمیر سوار تھا۔"

"اگر یہ بات ہے تو میری تمام پریشانیاں دور ہو گئیں۔ میں ہبیرہ کے بھتیجے کو جانتا ہوں وہ بنو خزرج کے کسی آدمی کو قتل کرنے کا موقع ہاتھ سے نہیں دے سکتا۔ بالخصوص عدی کے بیٹے کو۔ اب تم یہ کہہ سکتے ہو کہ عمیر تمہارے ساتھ تھا۔ عاصم نے تمہارا قافلہ لوٹا اور عمیر کو قتل کر دیا۔ اب ہمیں اُس کی لاش کے لئے پریشان ہونے کی ضرورت نہیں اُس کے عزیز خود جا کر تلاش کر لیں گے۔ یہ واقعہ یثرب کی تاریخ کا عظیم ترین سانحہ بن جائے گا۔ قبیلۂ اوس کے ایک آدمی نے خزرج کے ایک آدمی کو امن کے زمانے میں قتل کیا ہے اب ان کی تلواریں بارہ مہینے آپس میں ٹکراتی رہیں گی اور اہلِ یثرب قریش اور بنو کندہ کی لڑائیوں کی داستانیں بھول جائیں گے۔"

داؤد نے کہا "لیکن ہم لوگوں کو کیسے یقین دلائیں گے کہ عاصم نے عمیر کو قتل کیا ہے؟"

شمعون نے کہا "تم بہت موٹی عقل کے آدمی ہو۔ اُس کے گھر میں تمہارے اونٹ اور گھوڑے اس بات کی گواہی دیں گے کہ عمیر تمہارے ساتھ تھا۔ اور عمیر کا باپ یہ گواہی دے گا کہ اُس کا بیٹا مفقود الخبر ہے۔ عاصم نے صرف یہ سوچا ہو گا کہ تم عمیر کو زدوکوب کرنے کے بعد انتقام کے خوف سے مڑ کر نہیں دیکھو گے۔ لیکن یہ بات اُس کے ذہن میں نہیں آئی ہو گی کہ تمہارے لئے اُس کو عمیر کا قاتل ثابت کرنا کتنا آسان ہے۔ لیکن ـــــ میں ایک بات پر حیران ہوں کہ عاصم عمیر کا گھوڑا اپنے گھر کیسے لے آیا! اس سے تو یہ ظاہر ہوتا ہے کہ رات کے وقت اُس نے عمیر کو نہیں پہچانا اور وہ اُسے مردہ یا زندہ چھوڑ آیا ہے۔ یہ ہو سکتا ہے کہ اُس نے اُسے جان کنی کی حالت میں دیکھ کر اُس کی رسّیاں کھول دی ہوں اب تم جلدی سے اُس جگہ جاؤ، اگر وہ زندہ مل جائے تو اُسے موت کے گھاٹ اتار کر فوراً واپس آ جاؤ اور اگر وہ مر چکا ہے تو اپنے آدمیوں کو اُس کی لاش کی

حفاظت کے لئے چھوڑ کر آ جاؤ۔ عاصم کے گھر میں عمیر کا گھوڑا اور خیبر کے راستے میں عمیر کی لاش دیکھنے کے بعد کسی کو شک وشبہ کی گنجائش نہیں رہے گی۔"

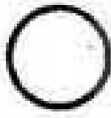
داؤد نے کہا "لیکن وہ گھوڑا عمیر کا نہیں تھا بلکہ آپ نے اُسے دیا تھا۔"

شمعون نے کہا "اس سے کیا فرق پڑتا ہے۔ ہمیں صرف یہ ثابت کرنا ہے کہ عمیر اُس پر سوار ہو کر تمہارے ساتھ گیا تھا۔ اب تم وقت ضائع نہ کرو۔ تمہاری واپسی تک میں کوئی اقدام نہیں کروں گا۔ میرے اصطبل سے تمہیں تازہ دم گھوڑے مل جائیں گے۔ میں اپنے بیٹوں کو بھی تمہارے ساتھ بھیج دیتا ہوں۔"

داؤد نے کہا "خدا کی قسم! میں بھی تھکاوٹ سے نڈھال ہو چکا ہوں۔"

شمعون نے جواب دیا "یہ کام تمہارے آرام سے زیادہ اہم ہے۔ اب دیر نہ کرو، اٹھو!"

داؤد بادلِ ناخواستہ اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ تھوڑی دیر بعد وہ اپنے نوکروں اور شمعون کے تین بیٹوں کے ساتھ یثرب کے نخلستانوں سے باہر نکل رہا تھا۔



تین دن بعد عمیر اپنے مکان کے ایک کمرے میں چٹائی پر بیٹھا تھا۔ عدی کمرے میں داخل ہوا اور عمیر اُٹھ کر کھڑا ہو گیا۔

"بیٹھ جاؤ، بیٹا! آج تمہاری طبیعت کیسی ہے؟"

"ابا جان! میں بالکل ٹھیک ہوں۔ آج سر کا درد بھی کچھ کم ہے۔"

وہ دونوں چٹائی پر بیٹھ گئے۔

عدی نے قدرے توقف کے بعد کہا "میرے خیال میں اب تمہیں لوگوں سے چھپنے کی ضرورت نہیں رہی۔ میں ابھی شمعون سے مل کر آیا ہوں۔ اُس کی توجہ کسی اور طرف مبذول ہو چکی ہے۔ کسی نے خیبر کے ایک یہودی کے اونٹ اور گھوڑے چھین لئے تھے۔ اور اب وہ ہمارے ایک دشمن کے گھر سے مل گئے ہیں۔ یہودی اس بات پر سخت برہم ہیں۔ اور مجھے یقین ہے کہ اس واقعہ کے بعد وہ بنو اوس کے خلاف کھلے

بندوں ہماری حمایت شروع کر دیں گے۔"

"یہ اونٹ اور گھوڑے کس کے گھر سے ملے ہیں؟"

"ہبیرہ کے گھر سے۔ تم اُس کے بھتیجے کو جانتے ہو۔ وہ تمہارے ساتھ شمعون کے گھر میں رہ چکا ہے۔ سہیل کے بیٹے کا ڈاکو بن جانا مجھے ایک عجیب سی بات معلوم ہوتی ہے۔"

عمیر نے پوچھا۔ "آپ کو یہ شمعون نے بتایا ہے کہ خیبر کے یہودی کو عاصم نے لوٹا ہے؟"

"ہاں! رات کے وقت راستے میں حملہ کرکے اُس نے یہودی تاجر کے ایک غلام کو بھی زخمی کر دیا تھا۔"

عمیر نے کچھ سوچ کر کہا۔ "کیا یہ نہیں ہو سکتا کہ جس طرح شمعون نے مجھ پر بہتان لگایا تھا اُسی طرح کسی یہودی نے عاصم پر جھوٹا الزام لگا دیا ہو؟"

عدی نے جواب دیا۔ "تمہیں اپنے خاندان کے بدترین دشمنوں کی وکالت نہیں کرنی چاہیئے۔ اُن کے ہاتھ تمہارے بھائیوں کے خون سے رنگے ہوئے ہیں۔ آج صبح یہودیوں کے چند سرکردہ آدمی ہبیرہ کے گھر پہنچے تو لوٹ کا مال وہاں موجود تھا۔ عاصم نے اپنی صفائی میں یہ کہا ہے کہ اُسے، یہ اونٹ اور گھوڑے یہاں سے چند کوس کے فاصلے پر راستے میں ملے تھے اور وہ انہیں لاوارث سمجھ کر اپنے ساتھ لے آیا ہے۔ یہ بیان اس قدر احمقانہ ہے کہ خود اس کے اپنے قبیلے کے سرکردہ لوگوں کو یقین نہیں آیا اور انہوں نے ہبیرہ کو ملامت کی ہے کہ تمہارا بھتیجا یہودیوں سے بگاڑ کر ہمارے راستے میں کانٹے بو رہا ہے۔ انہوں نے اِس جھگڑے کے تصفیے کے لئے کعب بن اشرف کو ثالث مان لیا ہے۔"

"آپ کا مطلب ہے کہ عاصم نے لوٹ کا مال واپس کرنے سے انکار کر دیا ہے؟"

"نہیں۔ یہودی اپنا مال لے گیا ہے۔"

"تو پھر اُن کے درمیان جھگڑا کیا ہے؟"

"جھگڑا یہ ہے کہ اُس نے ایک قافلے پر حملہ کیا تھا۔ پھر جب یہودی اُن کے گھر گئے تو شمعون بھی اُن کے ساتھ تھا اور عاصم نے سرکردہ یہودیوں کی موجودگی میں اُس پر ہاتھ اُٹھانے سے دریغ نہیں کیا۔ جب وہ اپنی صفائی پیش کر رہا تھا تو شمعون نے اُسے جھٹلایا اور اُس نے شمعون کی ڈاڑھی پکڑلی۔ اُس کے مُکّے سے شمعون

کا ایک دانت بھی ٹوٹ گیا ہے۔"

عمیر نے کہا۔ "افسوس کہ میں یہ تماشا نہ دیکھ سکا۔ اور زیادہ افسوس مجھے اس بات کا ہے کہ اُس نے شمعون کا صرف ایک دانت توڑنے پر اکتفا کیا۔"

عدی نے کہا۔ "اگر وہ سہیل کا بیٹا نہ ہوتا تو میں اُسے انعام دیتا۔ اب مجھے زیادہ خوشی اِس بات کی ہے کہ اِس واقعہ سے یہودی بنو اوس کے خلاف ہو جائیں گے۔ اور انہیں کوئی مدد نہیں ملے گی۔ کعب بن اشرف نے کہا ہے کہ یہ معاملہ یثرب کے تمام باشندوں کی توجہ کا محتاج ہے۔ اگر یہاں کے قافلے لوٹنے کی رسم چل نکلی تو یثرب کے یہودی اور غیر یہودی یکساں متاثر ہوں گے۔ پھر یہ واقعہ زمانۂ امن میں پیش آیا ہے اس لئے کعب نے تمام قبائل کے سرکردہ آدمیوں کو آج سہ پہر کے وقت جمع ہونے کی دعوت دی ہے تاکہ آئندہ ایسے واقعات پیش آنے کا احتمال نہ رہے۔ میں بھی وہاں جا رہا ہوں۔ اور یہ مطالبہ کروں گا کہ عاصم اور اُس کے چچا کو جلا وطن کر دیا جائے۔"

"آپ کا خیال ہے کہ اوس یہ مطالبہ مان لیں گے۔"

"مجھے یقین ہے۔ یہودیوں کی آواز ہمارے ساتھ ہوگی اور اوس یہ پسند نہیں کریں گے کہ یہودی ہمارے حلیف بن کر اُن کے خلاف میدان میں آجائیں۔ وہ یہودیوں کو مطمئن کرنے کے لئے بڑی سے بڑی قیمت ادا کرنے پر تیار ہوں گے۔ میں نے سنا ہے کہ آج جب عاصم نے شمعون پر ہاتھ اٹھایا تھا تو اس کے قریبی رشتہ داروں نے بھی اُسے ملامت کی تھی۔ ہبیرہ کی تو یہ حالت تھی کہ اُس نے اپنے بھتیجے کے منہ پر تھپڑ بھی مار دیا تھا۔"

عمیر نے کہا۔ "مجھے ڈر ہے کہ جب اوس اور خزرج کے سرکردہ لوگ کعب کے گھر جمع ہوں گے تو وہیں لڑائی شروع ہو جائے گی۔"

عدی نے جواب دیا۔ "کعب کے گھر میں کوئی تلوار اُٹھانے کی جرأت نہیں کرے گا۔ اور اُس نے ہمیں یہ ہدایت بھی کی ہے کہ وہاں کوئی مسلح ہو کر نہ آئے۔"

"ابّا جان! آپ کہا کرتے ہیں کہ کعب ایک انتہائی شر پسند آدمی ہے اور اوس و خزرج کو لڑانے میں اُس کی سازشوں کو خاصا دخل ہے۔"

"ہاں! لیکن اس مرتبہ اُس کے شر کا رخ ہماری بجائے اوس کی طرف ہوگا۔" عدی یہ کہہ کر کھڑا ہوگیا۔

عمیر نے پوچھا "آپ کہاں جارہے ہیں؟"

"میں اپنے آدمیوں سے مشورہ کرنے جارہا ہوں، ہمیں اِس موقع سے پورا فائدہ اٹھانا چاہیئے۔"

عمیر نے کہا "اباجان! آپ کو شمعون نے یہ بتایا ہے کہ وہ یہودی جس کے گھوڑے چھینے گئے تھے، کون تھا؟"

"نہیں! میں نے اُس سے یہ پوچھنے کی ضرورت محسوس نہیں کی۔"

"آپ نے اُس سے یہ بھی نہیں پوچھا کہ اُس پر حملہ کس جگہ ہوا تھا؟ اور جب اُس پر حملہ ہوا تھا تو وہ کیا کررہا تھا؟"

"نہیں! لیکن ان بے ہودہ سوالات سے تمہارا کیا مطلب ہے؟ کیا تم ......" آخری الفاظ عدی کے حلق میں اٹک کر رہ گئے اور وہ سکتے کے عالم میں عمیر کی طرف دیکھنے لگا۔

عمیر نے کہا "اباجان! یہ ہوسکتا ہے کہ وہ اپنے نوکروں کے ساتھ ایک بے بس آدمی کو زدوکوب کررہا ہو اور اِس بے بس آدمی کی چیخیں سن کر کوئی مسافر وہاں آنکلا ہو۔ اور اُس کی للکار سے یہ ظالم اپنے اونٹ اور گھوڑے چھوڑ کر بھاگ گئے ہوں۔ اور پھر یہ بھی ہوسکتا ہے کہ وہ مظلوم نوجوان جسے اُس کے ساتھی ادھ موا کرکے چھوڑ گئے ہوں، آپ کا بیٹا ہو ـــــ اباجان! بعض حقائق ناقابلِ یقین معلوم ہوتے ہیں اور تکلیف دہ بھی۔" آخری الفاظ کے ساتھ عمیر کی آنکھوں سے بے اختیار آنسو بہ نکلے۔

عدی نڈھال سا ہوکر بیٹھ گیا۔ اور دیر تک خاموشی سے اپنے بیٹے کی طرف دیکھتا رہا۔

عمیر نے کہا "اباجان! وہ عاصم تھا ہمارے بدترین دشمن کا بھتیجا، اور وہ مجھے بستی کے باہر چھوڑ کر نہیں، بلکہ اس کمرے میں پہنچا کر گیا تھا۔"

عدی کرب کی حالت میں چلایا "لیکن تم نے یہ باتیں مجھے پہلے کیوں نہ بتائیں، ہمیرا کم از کم تمہیں مجھ سے جھوٹ نہیں بولنا چاہیئے تھا۔"

عمیر نے کہا "اباجان! عاصم نے مجھ سے وعدہ لیا تھا۔ کہ میں ان واقعات کا کسی سے ذکر نہیں کرونگا۔"

"لیکن کیوں؟"

"ہوسکتا ہے کہ وہ میری جان بچانا ایک جرم سمجھتا ہو اور اُسے اس جرم کی تشہیر گوارا نہ ہو۔ یہ بھی ہوسکتا

ہے کہ میرے خاندان اور میرے قبیلے کے سامنے وہ میری تذلیل نہ چاہتا ہو۔ میں نے اُس سے بے بسی کی حالت میں اعانت طلب کی تھی۔ اور اُسے میری حالت پر رحم آگیا تھا۔ ہم دونوں اپنی اپنی روایات سے غداری کررہے تھے۔ ہم دونوں مجرم تھے اور کوئی مجرم اپنے جرم کی تشہیر پسند نہیں کرتا۔ اُس نے اپنی صفائی پیش کرنے کے لئے میرا تذکرہ نہیں کیا، لیکن مجھ میں شاید اتنی ہمت نہیں۔ آپ مجھے بے غیرتی اور بے حیائی کا طعنہ دے سکتے ہیں لیکن میرے محسن کو مطعون نہیں کرسکتے۔"

عدی نے کہا "اُس نے میرے سر پر پہاڑ رکھ دیا! لیکن یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ سہیل کے بیٹے اور ہبیرہ کے بھتیجے نے میرے بیٹے کی جان بچائی ہو۔ منات کی قسم! میرے خاندان سے وہ اس سے بدتر انتقام نہیں لے سکتا تھا۔"

عمیر نے کہا "اباجان! آپ نے شمعون کو میرے متعلق تو نہیں بتادیا؟"

"نہیں! اگر تم نے مجھے منع نہ کیا ہوتا تو شاید میں یہ غلطی کر بیٹھتا۔ آج میرے ساتھ اُس کا رویہ بہت شریفانہ تھا۔ اُس کی باتوں سے مجھے ایسا محسوس ہوتا تھا کہ وہ اپنی چوری کی بجائے تمہاری سلامتی کے لئے زیادہ فکرمند ہے۔"

"اباجان! اُسے اب صرف اس بات کی فکر ہوسکتی ہے کہ اگر میں زندہ ہوا تو اُس کے لئے یثرب میں سانس لینا مشکل ہوجائے گا۔"

باب (۶)

کعب بن اشرف اپنے مکان کے سامنے کھجوروں کی چھاؤں میں یثرب کے سرکردہ لوگوں کے درمیان بیٹھا ہوا تھا۔ اُس کے دائیں بائیں اور پیچھے یہودی قبائل کے رہنما اور سامنے ایک طرف بنو اوس اور دوسری طرف بنو خزرج کے بااثر لوگ بیٹھے تھے۔ اُن کے درمیان کچھ جگہ خالی تھی۔ تماشائی جن میں سے اکثر یہودی تھے ذرا پیچھے ہٹ کر کھڑے تھے اور اُن کی تعداد میں بتدریج اضافہ ہو رہا تھا۔ کعب نے ایک قیمتی قبا پہن رکھی تھی۔ وہ خود ایک چھوٹے سے قالین پر بیٹھا تھا اور دوسرے معززین کھجور کی چٹائیوں پر۔ مدت کے بعد یہ پہلا موقع تھا کہ اوس و خزرج ایک جگہ جمع تھے اور اس جگہ تلواروں کی جھنکار سنائی نہیں دیتی تھی۔ کعب بن اشرف کی ہدایت کے مطابق وہ خالی ہاتھ آئے تھے۔ لیکن نہتے ہونے کے باوجود اُن کے تیور بتا رہے تھے کہ وہ یہاں امن و عافیت کی تلاش میں نہیں آئے۔ انہیں ایک دوسرے کے عزائم کے متعلق کوئی خوش فہمی نہ تھی۔ وہ صرف یہودیوں کی خوشنودی حاصل کرنے آئے تھے۔ قبیلۂ خزرج کے معززین کو یہ اُمید تھی کہ اُن کے حریف اس مجلس سے رسوا ہو کر نکلیں گے اور وہ اپنی تلواریں خون آلود کئے بغیر ایک اہم فتح حاصل کر سکیں گے۔ اگر یہودی بگڑ گئے تو بنو اوس کے لئے یثرب کی زمین تنگ ہو جائے گی۔ اور بنو اوس ہر قیمت پر یہودیوں کی خوشنودی حاصل کرنا چاہتے تھے انہیں اس بات کا شدید احساس تھا کہ خزرج اور یہودیوں کے اتحاد کے بعد اُن کے لئے یثرب کی فضاؤں میں سانس لینا مشکل ہو جائے گا۔

عدی اردگرد جمع ہونے والے تماشائیوں کی صف سے نمودار ہوا اور آگے بڑھ کر کعب بن اشرف کے سامنے خالی جگہ کھڑا ہو گیا۔ اُس کے قبیلے کے آدمیوں نے ہاتھ کے اشاروں سے اُسے اپنی طرف بلانے کی کوشش

کی لیکن اُس نے کسی کی طرف توجہ نہ دی۔

کعب نے کہا: "عدی، بیٹھ جاؤ!"

عدی نے کہا: "میں صرف اِس لئے آیا ہوں کہ مجھے آپ کا پیغام ملا تھا۔ میں اِس اجتماع کی کارگزاری میں کوئی حصہ لینا نہیں چاہتا۔ اور چونکہ یہ معاملہ سراسر قبیلۂ اوس کے ایک فرد اور آپ کی قوم کے ایک آدمی سے تعلق رکھتا ہے، اس لئے یہ کسی طرح مناسب نہ تھا کہ میرے قبیلے کے معززین یہاں جمع ہوتے۔ ہمارے تعلقات ایسے نہیں کہ ہم ایک جگہ بیٹھ سکیں۔"

کعب نے شمعون اور داؤد کی طرف دیکھا اور پھر عدی کی طرف متوجہ ہو کر کہا: "اگر یہ جھگڑا عاصم اور داؤد تک محدود ہوتا تو آپ میں سے کسی کو بھی یہاں آنے کی ضرورت نہ تھی۔ میری قوم اتنی گئی گزری نہیں کہ اُسے اپنے مسائل دوسروں کے سامنے پیش کرنے کی ضرورت محسوس ہوتی۔ ممکن ہے کہ اس جھگڑے سے آپ کا تعلق ہم سب سے زیادہ ہو۔ آپ بیٹھ جائیں ہم ہبیرہ اور اُس کے بھتیجے کا انتظار کر رہے ہیں۔ اُن کے آنے پر آپ دیکھ لیں گے کہ میں نے آپ کو بلاوجہ تکلیف نہیں دی۔ مجھے کل کسی نے آپ کے بیٹے کے اچانک غائب ہو جانے کی اطلاع دی تھی۔ یہ خبر بہت افسوسناک ہے۔ اُس کا کوئی سراغ ملا؟"

عدی نے جواب دیا: "نہیں! مجھے اُس کا کوئی سراغ نہیں ملا۔"

چند تماشائیوں کی آوازیں سنائی دیں: "وہ آ رہے ہیں۔"

عدی اپنے قبیلے کے معززین میں بیٹھ گیا اور ایک ثانیہ بعد ہبیرہ اور عاصم تماشائیوں کے ہجوم سے نکل کر آگے بڑھے۔ ہبیرہ اپنے قبیلے کے آدمیوں کے پاس جا کر بیٹھ گیا لیکن عاصم کھڑا رہا۔

کعب نے کہا: "نوجوان! تم بھی بیٹھ جاؤ!"

عاصم نے جواب دیا: "نہیں، میں ایک ملزم ہوں اور کھڑا رہنا ہی بہتر سمجھتا ہوں۔"

کعب نے کہا: "تم یہ تسلیم کرتے ہو کہ جو گھوڑے اور اونٹ تمہارے گھر سے برآمد ہوئے ہیں وہ داؤد کی ملکیت تھے ــــ؟"

"معلوم نہیں! وہ مجھے رات کے وقت راستے میں ملے تھے۔ اور میں انہیں لاوارث سمجھ کر اپنے گھر

لے آیا تھا۔ چونکہ داؤد انہیں اپنی ملکیّت ثابت کرتا تھا، اِس لئے میں نے اُس کے حوالے کر دیئے۔

کعب بن اشرف نے کہا۔ "یہ عجیب بات ہے کہ راستے میں اتنے لاوارث جانور تمہارا انتظار کر رہے تھے۔ میں کئی بار اُسی راستے گیا ہوں مگر مجھے کبھی ایک بکری بھی نہیں ملی۔"

قبیلہ خزرج کے آدمیوں نے قہقہہ لگایا اور بنو اوس خون کے گھونٹ پی کر رہ گئے۔

عاصم نے کہا۔ "اگر آپ کو بکری نہیں ملی تو یہ میرا قصور نہیں۔ ممکن ہے آپ اتنے خوش قسمت نہ ہوں۔ یا رات کے وقت آپ کی آنکھیں دور تک نہ دیکھ سکتی ہوں۔"

محفل پر ایک سناٹا چھا گیا اور یہودی غضب ناک ہو کر ایک دوسرے کی طرف دیکھنے لگے۔ ہبیرہ چلّایا۔ "عاصم! ہوش سے کام لو۔" اور پھر قبیلۂ اوس کے ایک معمر آدمی نے کعب سے مخاطب ہو کر کہا۔ "جناب! آپ عاصم کے لئے جو سزا تجویز کریں گے، ہمیں منظور ہو گی۔"

کعب نے داؤد کی طرف متوجہ ہو کر کہا۔ "داؤد! تم کیا کہنا چاہتے ہو؟"

داؤد اٹھ کر بولا۔ "جناب! عاصم نے رات کے وقت ہم پر حملہ کیا تھا۔ ہمیں اپنے ایک ساتھی کی لاش چھوڑ کر بھاگنا پڑا۔ میرا ایک غلام بھی زخمی ہوا اور میں اُسے راستے کی ایک بستی میں چھوڑ آیا ہوں۔ میں اپنے جانوروں کے متعلق خاموش ہو سکتا ہوں کہ وہ مجھے مل چکے ہیں۔ میں اپنے نوکر کے بارے میں بھی درگزر کر سکتا ہوں کہ اُس کا زخم تشویش ناک نہیں۔ میں یہ بھی معاف کرنے کو تیار ہوں کہ عاصم نے، کسی سابقہ دشمنی کے بغیر، مجھ پر امن کے دنوں میں حملہ کیا تھا۔ لیکن یہ معاف نہیں کر سکتا کہ اُس نے میرے ایک بے گناہ ساتھی کو موت کے گھاٹ اُتار دیا۔ اور رات کی تاریکی میں اُسے تلوار اُٹھانے کا موقع بھی نہیں دیا۔"

داؤد کے ایک ساتھی کے قتل ہو جانے کی خبر بنو خزرج کے لئے خاص طور پر مسرت بخش تھی۔ اب انہیں یقین ہو چکا تھا کہ یہ یہودی اِس بات پر خاموش نہیں بیٹھیں گے۔

کعب نے پوچھا۔ "قتل ہونے والا کون تھا؟"

"جناب! پیشتر اِس کے کہ میں آپ کے سوال کا جواب دوں، آپ کو اِس بات کا اطمینان کر لینا چاہیئے کہ یہ لوگ اِسی جگہ کشت و خون شروع نہیں کر دیں گے۔

تم اطمینان رکھو! میں ان سے پُر امن رہنے کا وعدہ لے چکا ہوں۔ مجھے یقین ہے کہ یہ لوگ قوت آزمائی کے لئے میرا گھر منتخب نہیں کریں گے۔"

داؤد نے کہا۔ "جناب! مقتول قبیلۂ خزرج کا ایک نوجوان تھا۔ اُس کا نام عمیر تھا۔ عمیر بن عدی۔"

محفل پر ایک ثانیہ خاموشی طاری رہی۔ پھر قبیلۂ خزرج کے آدمی ایک دوسرے کی طرف دیکھنے لگے، اُن کی آوازیں آہستہ آہستہ بلند ہونے لگیں۔ لیکن عدی جس کی آنکھوں میں وہ انتقام کی آگ کے شعلے دیکھنا چاہتے تھے انتہائی سکون و اطمینان کے ساتھ عاصم کی طرف دیکھ رہا تھا۔ کسی نے اُسے جھنجوڑتے ہوئے کہا۔ "عدی — ! سنتے ہو۔ عمیر کو عاصم نے قتل کر دیا۔" اور عدی نے جواب دیئے بغیر اُس کے ہاتھ جھٹک دیئے۔ بنو خزرج کی آوازیں چیخوں میں تبدیل ہو رہی تھیں۔

"خاموش! خاموش!" کعب دونوں ہاتھ بلند کرتے ہوئے چلّایا اور جب محفل میں قدرے سکون کے آثار پیدا ہوئے تو اُس نے عاصم کی طرف متوجہ ہو کر کہا۔ "تم کچھ کہنا چاہتے ہو؟"

عاصم بولا۔ "میں صرف یہ کہنا چاہتا ہوں کہ داؤد جھوٹا ہے۔ میں نے کسی کو قتل نہیں کیا۔"

داؤد نے کہا۔ "جناب! امن کے دنوں میں ایک عرب کو قتل کرنے کا جرم ایسا نہیں کہ عاصم اپنے قبیلے کے مستقبل سے بے پروا ہو کر اِس کا اعتراف کر لے۔ یہ تو عمیر کی لاش بھی کہیں چھپا چکا ہے اور ہم کوشش کے باوجود اُسے تلاش نہیں کر سکے۔ اگر آپ کا خیال ہے کہ میں نے کوئی بات غلط کہی ہے تو شمعون سے پوچھ لیجئے۔"

کعب نے کہا۔ "کیوں، شمعون! تم کیا کہنا چاہتے ہو۔؟"

شمعون نے جواب دیا۔ "جناب! عمیر کئی سال سے میرے پاس رہتا تھا۔ ایک دن خدا جانے اُس کے دل میں کیا سمائی کہ وہ میرے گھوڑے پر سوار ہو کر کہیں چلا گیا۔ بعد میں مجھے معلوم ہوا کہ وہ میرے گھر سے کچھ نقدی بھی اپنے ساتھ لے گیا ہے۔ اِس واقعے کی اطلاع میں نے اِس کے باپ کو دے دی تھی۔ اِس کے بعد داؤد میرے گھوڑے تلاش کرتا ہوا یہاں پہنچا تو مجھے معلوم ہوا کہ عمیر یثرب سے نکلنے کے بعد، اُس کے ساتھ ہو گیا تھا۔ میں یہ نہیں کہہ سکتا کہ عمیر کو کس نے قتل کیا ہے لیکن داؤد کے جانوروں کے علاوہ میرا وہ گھوڑا بھی جو عمیر [illegible] کر گھر آ گیا ہے۔ آپ عدی سے پوچھ لیجئے اگر عمیر ابھی تک گھر نہیں پہنچا تو ہمارے لئے یہ یقین

کرنے کے سوا کوئی چارہ نہیں کہ وہ بدنصیب قتل ہو چکا ہے۔ اور مجھے اِس بات کا بے حد ملال ہے کہ اُس کے قاتل نے امن کے دنوں کا بھی احترام نہیں کیا۔ میں نے عدی کو یقین دلا دیا تھا کہ عمیر میرے گھر سے چوری کر کے بھاگ گیا ہے۔ لیکن داؤد سے باقی واقعات سننے کے بعد مجھے یہ بتانے کا حوصلہ نہیں ہوا کہ وہ قتل ہو چکا ہے۔ میری خاموشی کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ داؤد ابھی تک اُس کی لاش تلاش نہیں کر سکا۔ میرا خیال تھا کہ زخمی ہونے کے بعد شاید وہ کہیں چھپ گیا ہو۔ لیکن اتنے دنوں کے بعد بھی اگر وہ واپس نہیں آیا تو اس کی وجہ اِس کے سوا اور کیا ہو سکتی ہے کہ اُس کے قاتل اُس کی لاش بھی ٹھکانے لگا چکے ہیں۔ اگر داؤد کا بیان صحیح مان لیا جائے تو عمیر کا قاتل عاصم کے سوا اور کون ہو سکتا ہے!"

کعب عدی کی طرف متوجہ ہوا۔ "آپ کچھ کہنا چاہتے ہیں؟"

عدی اپنی جگہ سے اٹھ کر آگے بڑھا اور عاصم کے قریب کھڑا ہو گیا۔ کچھ دیر اِدھر اُدھر دیکھنے کے بعد اُس نے عاصم کے چہرے پر نظریں گاڑ دیں اور پھر اچانک اُس کے بازو پکڑ کر جھنجھوڑتے ہوئے چلایا۔ "بیوقوف! تم خاموش کیوں ہو؟ یہ کیوں نہیں کہتے کہ عمیر قتل نہیں ہوا، زندہ ہے۔ اور اُس کے باپ نے تمہاری بے بسی کا تماشا دیکھنے کیلئے اسے اپنے گھر میں چھپا رکھا ہے۔ یہ کیوں نہیں بتاتے کہ تم اُسے اپنے کندھے پر اٹھا کر میرے گھر لائے تھے ——؟"

محفل پر ایک سکتہ سا طاری ہو چکا تھا۔ عدی کا ایک رشتہ دار اٹھ کر آگے بڑھا اور اُس کے بازو پکڑ کر کھینچتے ہوئے چلایا۔ "عدی! ہمت سے کام لو۔ عمیر کا خون رائگاں نہیں جائے گا قبیلہ کا ہر فرد تمہارے دکھ میں شریک ہے۔"

عدی نے اُسے دھکا دے کر پیچھے ہٹا دیا اور چلایا۔ "مجھے تمہاری ہمدردی کی ضرورت نہیں۔ تم سب پاگل ہو گئے ہو ——"

کعب نے کہا۔ "اسے گھر لے جاؤ، صدمے سے اِس کے حواس ٹھیک نہیں رہے۔"

عدی چلایا۔ "میرے حواس بالکل ٹھیک ہیں۔ آپ کو اس وقت شمعون اور داؤد کی فکر کرنی چاہیئے۔ اُن سے پوچھیئے کہ اب تمہاری زبانیں کیوں گنگ ہو گئی ہیں۔" حاضرین کی نگاہیں شمعون اور داؤد کی طرف مرکوز ہو گئیں۔

عدی نے قدرے توقف کے بعد مڑ کر عاصم کی طرف دیکھا۔ "یہاں ایک ایسا گواہ موجود ہے جو تمہیں بے گناہ ثابت کر سکتا ہے تم اُسے آواز کیوں نہیں دیتے؟ وہ اِن لوگوں کے سامنے آنے کے لئے تمہارے اشارے کا منتظر ہے —— تمہارا جرم صرف یہ ہے کہ تم نے عمیر کو موت کے منہ سے چھڑایا ہے اور تمہیں ڈر ہے کہ

تمہارے قبیلے کے لوگ تمہیں مطعون کریں گے۔ لیکن میں اپنے قبیلے کے لوگوں کے طعنوں سے نہیں ڈرتا۔ مجھے یہ تسلیم کرنے میں کوئی شرم محسوس نہیں ہوتی کہ تم نے میرے بیٹے کی جان بچائی ہے اور میں تمہارا احسان مند ہوں۔ اُس رات کے وقت چند یہودی اُسے زدوکوب کر رہے تھے اور تم اُس کی چیخیں سن کر بے چین ہو گئے تھے۔ اگر تمہارا یہ خیال تھا کہ تمہارا احسان مند ہونا میرے لئے باعث ننگ و عار ہے تو تم غلطی پر تھے —— عمیر! عمیر! تم آ سکتے ہو۔"

عمیر تماشائیوں کی پچھلی صف سے نکل کر آگے بڑھا اور عدی اور عاصم کے قریب پہنچ کر کھڑا ہو گیا۔ ناک اور آنکھوں کے سوا اُس کا چہرہ چادر میں چھپا ہوا تھا۔ حاضرین دم بخود ہو کر اُس کی طرف دیکھنے لگے۔ اُس نے اپنے چہرے سے چادر ہٹائی اور کعب بن اشرف کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ "یہ درست ہے کہ مجھے امن کے زمانے میں قتل کرنے کی سازش کی گئی تھی لیکن عاصم کا اِس سازش سے کوئی تعلق نہیں۔ میرے مجرم آپ کے دائیں ہاتھ بیٹھے ہیں شمعون تم مجھے پہچانتے ہو؟"

شمعون، جو کسی حد تک اپنے حواس درست کر چکا تھا، اٹھ کر کھڑا ہو گیا اور اُس نے کہا۔ "میں تمہیں اچھی طرح جانتا ہوں۔ اور مجھے اِس بات پر خوشی ہے کہ تم زندہ ہو، اِس کے باوجود کہ تم میرے گھر سے چوری کر کے بھاگ گئے تھے۔"

عمیر نے کہا۔ "تمہیں اِس بات کی خوشی ہے کہ داؤد، جسے تم نے مجھے موت کے گھاٹ اتارنے کے لئے منتخب کیا تھا، اپنا فرض پورا نہیں کر سکا۔؟"

شمعون چلایا۔ "یہ جھوٹ ہے، بہتان ہے۔ تم اپنا جرم چھپانے کے لئے مجھے بدنام کرنا چاہتے ہو۔"

کعب بن اشرف کے سوا تمام یہودی اٹھ کر کھڑے ہو گئے اور شور مچانے لگے۔ "یہ جھوٹ بولتا ہے۔ یہ غلط کہتا ہے۔ ہم شمعون کی توہین برداشت نہیں کر سکتے۔"

عمیر بلند آواز میں چلایا۔ "تم یہ سننا بھی پسند نہیں کرو گے کہ اس پوری کارروائی کا مقصد صرف یہ تھا کہ اوس و خزرج آئندہ امن کے زمانے میں بھی چین سے اپنے گھروں میں نہ بیٹھ سکیں۔ کیا یہ غلط ہے کہ داؤد تمہارے گھر کا مہمان تھا اور تم نے اصرار کیا تھا کہ میں اِس کے گھوڑے خیبر پہنچا آؤں؟ کیا میں پچھلے پہر داؤد کے ساتھ روانہ نہیں ہوا تھا؟ کیا تم اِس مجلس میں یہ سننا چاہتے ہو کہ مجھ سے تمہارے عناد کی کیا وجہ تھی اور تم نے مجھے قتل کرانے

کی سازش کیوں کی تھی؟"

شمعون چلایا۔"مجھے معلوم نہیں کہ تم نے ہبیرہ کے بھتیجے سے کیا سمجھوتہ کیا ہے لیکن میں ایک چور کو اس بات کی اجازت نہیں دوں گا کہ وہ مجھ پر کیچڑ اچھالے۔"

"مجھے یہاں زبان کھولنے کے لئے تمہاری اجازت کی ضرورت نہیں۔"

یہودی یک زبان ہو کر چلانے لگے۔"ہم کچھ نہیں سننا چاہتے۔ تم جھوٹے ہو۔"

کعب پریشانی اور اضطراب کی حالت میں اٹھ کر کھڑا ہو گیا اور اُس نے کہا۔"اگر دو دشمن کسی مجبوری سے ایک دوسرے کے دوست بن جائیں۔ تو کسی کو انہیں مطعون کرنے کا حق نہیں لیکن یہ شرافت نہیں کہ ایک تیسرے فریق کو ہدفِ ملامت بنا لیا جائے۔ میں اوس و خزرج کو مبارکباد پیش کرتا ہوں کہ اُن کے دو نوجوان مصالحت کے لئے میدان میں نکل آئے ہیں۔ لیکن میرے لئے یہ بات ناقابلِ یقین ہے کہ شمعون نے عمیر کو قتل کرانے کی سازش کی ہے۔ اوس اور خزرج اگر ایک دوسرے کی طرف دوستی کا ہاتھ بڑھانا چاہتے ہیں تو میں انہیں یقین دلاتا ہوں کہ میری قوم کا کوئی فرد اُن کے درمیان حائل نہیں ہو گا۔"

ہبیرہ نے بلند آواز میں کہا۔"اوس اور خزرج کے درمیان کبھی دوستی نہیں ہو سکتی۔ ہم اس قدر بے غیرت نہیں کہ اپنے عزیزوں کا خون بھول جائیں۔"

قبیلۂ خزرج کے ایک آدمی نے کہا۔"اور تمہارا خیال ہے کہ ہم بے غیرت ہیں۔ منات کی قسم! جب تک ہماری رگوں میں خون ہے ہماری تلواریں نیام میں نہیں جائیں گی۔"

ایک ثانیہ کے اندر اندر محفل کا رنگ بدل چکا تھا اور یہودی جو کچھ دیر پہلے ایک غیر متوقع صورتِ حال کا سامنا کر رہے تھے، اب اطمینان سے اوس و خزرج کے اکابر کی تکرار سن رہے تھے۔

کعب بن اشرف نے کہا۔"یاد رہے کہ تم لوگ میرے گھر میں پُرامن رہنے کا وعدہ کر چکے ہو۔۔۔ مجھے توقع ہے کہ ان وعدوں کا پاس کیا جائے گا اور یہاں کوئی ایسا واقعہ پیش نہیں آئے گا کہ ہم تمہاری لڑائیوں میں فریق بننے پر مجبور ہو جائیں۔ اس لئے میں درخواست کرتا ہوں کہ تم اطمینان کے ساتھ یہاں سے چلے جاؤ۔"

فریقین اپنے اپنے ساتھیوں کو صبر و تحمل کی تلقین کرتے ہوئے اُٹھے اور وہاں سے چل دیئے۔ ہبیرہ نے

عاصم کے قریب سے گزرتے ہوئے اُس پر ایک قہر آلود نگاہ ڈالی اور کہا۔"عاصم! مجھے تم سے یہ اُمید نہ تھی۔ عدی کے بیٹے کی جان اتنی قیمتی نہ تھی کہ تم اپنے باپ اور بھائیوں کے خون بھول جاتے۔" اور قبیلۂ خزرج کا ایک بزرگ عدی سے کہہ رہا تھا۔"اگر میرا بیٹا جان کنی کے وقت بھی اوس کے کسی فرد سے پانی کا گھونٹ طلب کرتا تو میں مرتے دم تک کسی کو منہ دکھانے کے قابل نہ رہتا۔"

اوس و خزرج کے معززین عاصم، عدی اور عمیر کو حقارت سے دیکھتے ہوئے وہاں سے نکل گئے۔ قبیلۂ اوس کے اکابر کے نزدیک عاصم کا یہ جرم ناقابلِ معافی تھا کہ اُس نے عدی کے بیٹے کی جان بچائی تھی۔ اور خزرج یہ معاف کرنے کو تیار نہ تھے کہ عدی اور اُس کے بیٹے نے ایک ایسے مرحلے پر عاصم کی حمایت میں اپنی زبانیں کھولی تھیں جب یہودی بنو اوس کے خلاف مشتعل ہو چکے تھے۔ یہ تینوں کچھ دیر پریشان کھڑے رہے، جب ہجوم منتشر ہو گیا تو عاصم وہاں سے چل دیا۔ اور عدی اور عمیر اس کے پیچھے پیچھے ہو لئے۔ تھوڑی دور جا کر عمیر نے آواز دی۔

"عاصم! ٹھہرو!"

وہ رُکا اور مڑ کر دیکھنے لگا۔ عمیر نے قریب پہنچ کر کہا۔"مجھے افسوس ہے کہ میں اپنے وعدے پر قائم نہ رہ سکا۔ میرے لئے تمہاری یہ توہین ناقابلِ برداشت تھی۔ یہودیوں کی سازش کے خلاف زبان کھولنا میرا فرض تھا تاہم مجھے افسوس ہے کہ کچھ دیر پہلے ہم اپنے اپنے قبیلے کی عزت کے امین تھے لیکن اب ہم اس عزت سے محروم ہو چکے ہیں۔"

عاصم نے گھٹی ہوئی آواز میں کہا۔"مجھے تم سے کوئی شکایت نہیں۔"

عدی نے کہا۔"تم نے میری گردن پر ایک پہاڑ کا بوجھ لاد دیا ہے۔ لیکن میں یہ نہیں سمجھ سکا کہ تم نے عمیر کو اظہارِ صداقت سے کیوں منع کیا تھا؟ تم یہ جانتے تھے کہ عمیر ساری عمر لوگوں کی نظروں سے چھپ کر نہیں رہ سکتا۔"

عاصم نے جواب دیا۔"اگر یہودیوں کو فوراً یہ پتہ چل جاتا کہ عمیر اپنے گھر پہنچ چکا ہے تو آج وہ یہ موقف اختیار نہ کرتے۔ میں اہلِ یثرب پر ثابت کرنا چاہتا تھا کہ وہ کس قدر جھوٹے، دغا باز اور شر پسند ہیں۔"

"لیکن تم یہودیوں کو شر پسند اور دغا باز ثابت کرنے کے باوجود ان کا کچھ نہ بگاڑ سکے۔ تمہاری کارگزاری کا حاصل یہ ہے کہ تمہارے اپنے قبیلے کے لوگ تمہارے خلاف ہو گئے ہیں۔"

عاصم نے کہا۔"جب میرے دل میں عمیر کو گھر پہنچانے کا خیال آیا تو مجھے یہ بھی محسوس ہوا تھا کہ میں ایک جرم کر رہا ہوں۔ لیکن اب میں محسوس کرتا ہوں کہ مجھے یہی کرنا چاہیئے تھا۔ اور وہ دن دور نہیں جب میرے قبیلے کا ہر ذی شعور آدمی میری طرح محسوس کرے گا۔"

عدی نے کہا۔"تمہارے قبیلے کے لوگ تمہاری صورت دیکھنے کے روادار نظر نہ آتے تھے۔ میں حیران ہوں کہ اتنی بڑی شکست کے باوجود تم پُر امید ہو——"

"اگر آپ یہاں نہ آتے اور آپ کی آواز میری حمایت میں بلند نہ ہوتی تو ممکن تھا کہ میں اس محفل سے شکست کا احساس لے کر نکلتا، لیکن اب میں یہ محسوس کرتا ہوں یہ میری پہلی فتح ہے۔"

عدی نے کہا۔"یہ تمہاری پہلی اور آخری فتح ہے۔ تم نے جو راستہ اختیار کیا ہے وہ اوس و خزرج کے لئے نیا ہے۔ اور کوئی تمہارا ساتھ دینا پسند نہ کرے گا۔"

عاصم نے پوچھا۔ کیا آپ بھی میرا ساتھ دینا پسند نہ کریں گے۔"

"مجھے معلوم نہیں —— اس عمر میں شاید میں اپنے اسلاف کا راستہ چھوڑ کر نیا راستہ اختیار نہ کر سکوں۔"

عاصم نے کہا۔"کیا آپ یہ محسوس نہیں کرتے کہ ہمارے قبیلے گزشتہ جنگوں سے کافی سبق لے چکے ہیں اور اب کئی خاندان ایسے ہیں جو بظاہر جوش و خروش کا مظاہرہ کرتے ہیں لیکن دل سے نہیں چاہتے کہ یہ بجھتی ہوئی آگ دوبارہ بھڑک اُٹھے۔"

عدی نے جواب دیا——"میں صرف یہ جانتا ہوں کہ سر دست لڑائی سے ان خاندانوں کے اجتناب کی وجہ صرف ایک عارضی تھکاوٹ ہے۔ جب یہ تھکاوٹ دور ہو جائے گی تو ہمیں ایک دوسرے کو ذبح کرنے کے لئے ایک معمولی بہانے کی ضرورت بھی پیش نہ آئے گی۔ اوس و خزرج کے درمیان دائمی امن کی تمنا کرنا ایک دیوانگی ہے۔ تم دیوانے ہو عاصم اور شاید میں بھی دیوانہ ہو جاؤں، لیکن اس بستی میں ہمارے لئے کوئی جگہ نہیں ہوگی۔"

عاصم کچھ کہے بغیر وہاں سے چل دیا۔ اور عدی نے عمیر کا بازو پکڑتے ہوئے کہا۔"آؤ، بیٹا! تم جس زمین پر پھول دیکھنا چاہتے ہو وہ تمہیں کانٹوں کے سوا کچھ نہیں دے سکتی۔"

باب (۷)

رات کے وقت کعب بن اشرف یثرب کے پندرہ سرکردہ یہودیوں کے ساتھ اپنے مکان کے ایک کشادہ کمرے میں بیٹھا تھا۔ شمعون کمرے میں داخل ہوا اور حاضرین اُس کی طرف دیکھنے لگے۔ کعب نے اُس پر ایک قہر آلود نگاہ ڈالی اور کہا۔"بیٹھ جاؤ! ہم یہ سوچ رہے ہیں کہ اب ہمارے لئے تمہاری حماقت کے خطرناک نتائج سے بچنے کی صورت کیا ہے؟ داؤد کہاں ہے؟"

شمعون نے جواب دیا۔"جناب! وہ خیبر چلا گیا ہے، میں نے اُسے اپنے گھر ٹھہرانا مناسب نہیں سمجھا۔"

کعب بن اشرف سوچ میں پڑ گیا اور کمرے میں کچھ دیر خاموشی طاری رہی۔ بالآخر ایک یہودی نے کہا "یہ واقعہ بہت افسوناک ہے۔ لیکن آپ کو زیادہ فکر مند نہیں ہونا چاہیئے۔ میں اوس و خزرج کے کئی آدمیوں سے مل چکا ہوں۔ اور پورے وثوق کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ ایک دوسرے کے خلاف اُن کے جذبات وہی ہیں جو پہلے تھے، آپ کو اُن کی طرف سے کسی ناخوشگوار ردِ عمل کا اندیشہ نہیں ہونا چاہیئے۔"

کعب نے کہا۔"میرے لئے یہ معمولی واقعہ نہیں کہ قبیلۂ اوس کے ایک آدمی نے خزرج کے ایک آدمی کی جان بچائی ہے اور قبیلۂ خزرج کے دو افراد نے اُس کے حق میں گواہی دی ہے۔ اور یہ واقعہ بھی میرے لئے معمولی نہیں کہ انہوں نے برسوں کے بعد ہماری آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بات کرنے کی جرأت کی ہے۔"

دوسرے یہودی نے کہا۔"جناب! اگر آپ کو یہ اندیشہ ہے کہ اوس اور خزرج پُر امن ہو گئے ہیں تو انہیں کل پھر ایک دوسرے کے خلاف مشتعل کیا جا سکتا ہے۔"

کعب نے جواب دیا "تم ان لوگوں کو سراسر احمق سمجھنے کی غلطی نہ کرو! یہ تمہارا کمال نہیں، کہ وہ مدت سے ایک دوسرے کا گلا کاٹ رہے ہیں۔ خاندانی منافرت، خونخواری اور انتقام جو، اُن کی سرشت میں داخل ہے۔ لیکن فرض کرو اگر وہ اپنی بقا کے لئے متحد ہو جائیں اور تمہیں اپنا مشترک دشمن سمجھ لیں تو تمہارا انجام کیا ہو گا؟"

ایک یہودی سردار نے کہا۔ آسمان پر دو سورج نکل سکتے ہیں لیکن اوس و خزرج متحد نہیں ہو سکتے۔ آج اُن کا کوئی خاندان ایسا نہیں جو اپنے کسی نہ کسی عزیز کے قتل کا انتقام لینے کے لئے بے چین نہ ہو۔ جب تک اُن کا یہ ایمان ہے کہ مقتول کا انتقام نہ لیا جائے تو اُس کی قبر میں اندھیرا چھایا رہتا ہے اور مرنے والوں کی روحوں کی پیاس صرف دشمن کے خون سے بجھائی جا سکتی ہے، ہمیں اُن کے پُرامن یا متحد ہونے کا کوئی خدشہ نہیں۔ جب تک اہلِ عرب میں قبائلی برتری کا احساس موجود ہے، وہ کبھی ایک نہیں ہو سکتے۔"

کعب نے کہا "یہ درست ہے کہ عرب ضدی اور جاہل ہیں اور اپنی جہالت و گمراہی پر فخر بھی کرتے ہیں۔ لیکن تم نے شاید یہ نہیں سنا کہ مکہ میں ایک شخص، جس نے نبوت کا دعویٰ کیا ہے، اس جہالت اور بے راہ روی کے خلاف آواز بلند کر چکا ہے۔ انہیں اصنام پرستی، بے حیائی، جھوٹ، لوٹ مار اور قتل و غارت سے منع کرتا ہے۔ انہیں سمجھاتا ہے کہ تم سب آپس میں بھائی بھائی ہو۔ اور میں نے سنا ہے کہ قریش جو عرب کے تمام قبائل سے زیادہ مغرور اور خود پسند ہیں، بتدریج اُس کی طرف مائل ہو رہے ہیں۔

اہلِ عرب جہالت اور گمراہی کی دلدل میں اس لئے پھنسے ہوئے ہیں کہ کسی نے انہیں سلامتی کا راستہ نہیں دکھایا۔ اُن کی نسلی اور قبائلی منافرتیں اس لئے زندہ ہیں کہ کسی نے انہیں اتحاد کی برکتوں سے آشنا نہیں کیا۔ وہ اپنے معاشرے کی ہر برائی پر اس لئے نازاں ہیں کہ اُن کے ہاں نیکی یا اچھائی کا تصور موجود نہیں، لیکن اگر کسی نے اُن کی ذہنی کایا پلٹ دی تو وہ ایک ایسی قوت کے مالک بن جائیں گے، جس کی مثال ماضی کی تاریخ پیش نہیں کر سکتی۔ یہ ایک ایسا سیلِ رواں ہو گا جو اپنے راستے کی ہر دیوار کو تنکوں کی طرح بہا لے جائے گا۔"

یہودیوں کے ایک بااثر قبیلے قینقاع کے ایک سردار نے قہقہہ لگاتے ہوئے کہا "اگر آپ کا اشارہ محمدؐ کی طرف ہے تو آپ اطمینان رکھیئے! وہ ہمارے لئے کوئی خطرہ پیدا نہیں کر سکتا۔ آپ اُس کے متعلق سنی سنائی باتوں سے پریشان ہو گئے ہیں۔ خدا کی قسم! مکہ جا کر میں اُسے دیکھ آیا ہوں۔ وہاں لوگ اُس کا مذاق اڑاتے ہیں، اُس کے راستے میں کانٹے بچھائے جاتے ہیں۔ قریش کے چند آدمیوں کے سوا مکہ کے انتہائی بے بس مفلس اور نادار لوگ اُس کی طرف مائل ہوئے ہیں۔ اور اُن کی حالت یہ ہے کہ اُنہیں آئے دن زدوکوب کیا جاتا ہے۔ انہیں جھلستی ہوئی ریت پر لٹایا جاتا ہے اور اُن کے سینوں پر پتھر رکھ دیئے جاتے ہیں۔"

"اور وہ یہ تمام اذیتیں برداشت کر رہے ہیں؟"

"ہاں! وہ اِس کے سوا کر بھی کیا سکتے ہیں۔ مکہ میں قریش کا مقابلہ کرنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ مجھے یقین ہے کہ وہ نبی یا تو قریش کے ہاتھوں قتل ہو جائے گا یا پھر اُسے مکہ سے نکلنا پڑے گا۔ اِس لئے آپ کو اُس کے متعلق فکرمند ہونے کی ضرورت نہیں۔ ہمیں اِس وقت یہاں کے مسائل پر غور کرنا چاہیئے۔ اور اس جگہ کا اہم ترین مسئلہ یہ ہے کہ اوس و خزرج جلد از جلد ایک دوسرے کے خلاف بھڑک اٹھیں تاکہ عاصم یا عدی جیسے لوگ اُن کی توجہ ہماری طرف مبذول نہ کر سکیں۔"

کعب نے کہا "مکہ کے نبی کا ذکر کرنے سے میرا مقصد تمہیں مرعوب کرنا نہ تھا۔ میں صرف تمہارے ذہن میں یہ بات بٹھانی چاہتا تھا کہ تمہیں یہ فرض نہیں کر لینا چاہیئے کہ اوس و خزرج ہمیشہ ایک دوسرے سے برسرِپیکار رہیں گے۔ اُن کے درمیان کسی وقت بھی مصالحت نہیں ہو سکتی۔ وہ دو بھائیوں کی اولاد ہیں اور ان کا خون ایک ہے۔ اس لئے ہمیں اِس بات پر خاص توجہ دینی چاہیئے کہ عاصم اور عدی جیسے لوگ اُن پر اثر نہ ڈال سکیں۔"

ایک یہودی بولا "جناب! آج یہ حالت ہے کہ اوس کا ہر آدمی عاصم کو ملامت کر رہا ہے اور خزرج کا ہر آدمی عدی اور اُس کے بیٹے کو بزدلی اور بے غیرتی کا طعنہ دے رہا ہے۔ آپ کو اِس بات کی فکر نہیں ہونی چاہیئے کہ یہ لوگ کسی کو متاثر کر سکتے ہیں۔"

شمعون جو اب تک خاموش بیٹھا تھا بولا "جناب! میں آپ کو ایک اچھی خبر سناتا ہوں۔ عاصم کا چچا میرا مقروض تھا اور وہ ابھی میرا قرضہ چکانے آیا تھا۔"

کعب نے برہم ہو کر کہا "ہم سب تمہیں مبارکباد پیش کرتے ہیں لیکن اِس خبر میں ہمارے لئے خوشی کی کون سی بات ہے؟"

حاضرین ہنس پڑے اور شمعون نے اپنی پریشانی پر قابو پانے کی کوشش کرتے ہوئے کہا "جناب! میں یہ کہنا چاہتا تھا کہ میں نے اُس سے قرضہ وصول نہیں کیا۔"

کعب نے پوچھا "میں اس فیاضی کی وجہ دریافت کر سکتا ہوں؟"

"جناب! میں اُسے خوش کرنا چاہتا تھا۔ میں نے اُس سے کہا تھا کہ عاصم کے طرزِ عمل سے مایوس ہونے کے بعد تمہیں دوسروں کی اعانت کی ضرورت ہے۔ میں تمہارے خاندان کے مقتولین کا انتقام نہیں لے سکتا لیکن اتنا ضرور کر سکتا ہوں کہ مناسب وقت آنے تک اِس رقم کا تقاضا نہ کروں۔ اس لئے ابھی یہ رقم اپنے پاس رکھو۔ میں اس پر ایک سال تک تم سے کوئی سود نہیں لوں گا ــــــ"

"اور وہ تمہاری اِس فیاضی پر خوش ہو گیا تھا۔؟"

"جی ہاں! وہ یہ کہتا تھا کہ میں اِس رقم سے اپنے قبیلے کے چند اور آدمیوں کو مسلح کر سکوں گا۔ اُس نے مجھ سے باتیں کرتے ہوئے آج کے واقعات کو کوئی اہمیت نہیں دی وہ یہ سمجھتا ہے کہ عدی کے بیٹے نے عاصم پر جادو کر دیا ہے ــــــ"

کعب نے کہا "اب میں تمہیں یہ سمجھانا چاہتا ہوں کہ اگر تمہارے پاس خزرج کا کوئی آدمی آئے تو اُس کے ساتھ بھی تمہارا یہی سلوک ہونا چاہیئے۔ میں تم سب کو یہ نصیحت کرنا چاہتا ہوں، تم اوس اور خزرج دونوں کو اپنی حمایت کا یقین دلاتے رہو۔ اگر تمہارا روپیہ انہیں لڑائی پر آمادہ کر سکتا ہے تو اُس کا اس سے بہتر مصرف اور کوئی نہیں ہو سکتا۔ اوس اور خزرج کو ایک دوسرے کے خلاف بھڑکانے کے لئے اُن کے شعراء سے بہت کام لیا جاسکتا ہے۔ تم درپردہ اُن کی سرپرستی کرتے رہو۔ عدی، ہبیرہ اور عاصم کے متعلق میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ مجھے یہ لوگ بہت خطرناک معلوم ہوتے ہیں، ممکن ہے ہمیں آگے چل کر اُن کا تدارک کرنا پڑے۔ لیکن فی الحال ہمیں یہ دیکھنا چاہیئے کہ وہ کرتے کیا ہیں۔"

ان واقعات کو تین مہینے گزر چکے تھے اور یثرب کے یہودی اِس بات پر پریشان تھے کہ اِس عرصے میں اوس و خزرج کے درمیان کوئی جھڑپ نہیں ہوئی۔ وہ اپنے اپنے باغوں اور چراگاہوں میں، تیغ زنی، تیر اندازی اور نیزہ بازی کی مشق کیا کرتے تھے۔ اور گھروں سے باہر ہمیشہ مسلح ہو کر نکلتے تھے، اس بات کا احتمال ہر وقت رہتا تھا کہ مبادا کسی پگڈنڈی، کسی گلی یا بازار میں دو افراد یا دو گروہ ایک دوسرے کا راستہ روک کر کھڑے ہو جائیں۔ پھر کسی کی زبان حرکت میں آئے، دوسرا جواب دے اور اچانک اُن کے سینوں میں غصے اور انتقام کی دبی ہوئی چنگاریاں بھڑک اٹھیں۔ لیکن وہ ایک دوسرے سے کترا کر نکل جاتے۔ اُن کی تلواروں کو نیاموں سے باہر آنے کے لئے صرف کسی بہانے کی ضرورت تھی۔ وہ غضب ناک نگاہوں سے ایک دوسرے کی طرف دیکھتے اور بسا اوقات اُن کے ہاتھ تلواروں کے قبضوں تک پہنچ جاتے تاہم کسی کو پہل کرنے کا حوصلہ نہ ہوتا۔

عاصم کے لئے امن کے یہ دن انتہائی صبر آزما تھے۔ وہ گھر کے اندر اپنے عزیزوں اور گھر سے باہر اپنے دوستوں کے لئے ایک اجنبی بن چکا تھا۔ وہ چراگاہ میں اپنے مویشی لے کر جاتا تو قبیلے کے بوڑھوں اور جوانوں کی نگاہیں اُسے ہر وقت اِس بات کا احساس دلاتیں کہ وہ کسی انتہائی گھناؤنے فعل کا مرتکب ہوا ہے۔ اُسے مردانہ کھیل اب بھی پسند تھے اور وہ اپنے قبیلے کے نوجوانوں کے ساتھ تیغ زنی اور تیر اندازی کے مقابلوں میں حصہ لیا کرتا تھا، لیکن جب کوئی اوس اور خزرج کی گزشتہ لڑائیوں کا ذکر چھیڑ کر اُسے برانگیختہ کرنے کی کوشش کرتا تو وہ اضطراب کی حالت میں مُنہ پھیر لیتا۔

اُس کا چچا دورِ جاہلیت کے عربوں کی ہر بُری خصلت کا نمائندہ تھا۔ خاندانی غرور اُسے اپنے قبیلے کے لوگوں کے سامنے یہ تسلیم کرنے کی اجازت نہ دیتا تھا کہ اُس کا بھتیجا غیرت و حمیت سے محروم ہو چکا ہے۔ وہ عاصم کے ناقابلِ فہم ردِ عمل کی صرف ایک ہی توجیہہ کرتا تھا اور وہ یہ تھی کہ عدی یا اُس کے بیٹے نے عاصم پر جادو کر دیا ہے۔ وہ اپنے ہر عزیز اور جان پہچان کے آدمی کو سمجھانے کی کوشش کرتا کہ میرے بھائی کا بیٹا ایسا نہیں تھا۔ وہ ایک شیر تھا اور خزرج کے کسی آدمی کو اُس کی ہمسری کا دعویٰ نہ تھا۔ وہ اُس کا راستہ چھوڑ کر بھاگ جاتے تھے۔

وہ اپنے باپ بھائیوں اور عزیزوں کا خون کیسے بھول سکتا ہے۔ وہ قبیلے کے نوجوانوں کو مسلح کرنے کے لئے شام سے تلواریں لایا تھا کہ ہم اپنے بھائیوں اور عزیزوں کا انتقام لے سکیں۔ منات کی قسم! اب اُس پر جادو کا اثر ہے۔"

اور اِس جادو کا اثر زائل کرنے کے لئے وہ کئی جتن کر چکا تھا وہ قدید جا کر منات کے بُت کے سامنے دعائیں مانگ چکا تھا۔ اُس نے یثرب کے لوگوں سے تعویذ اور گنڈے حاصل کئے تھے۔ یثرب کے یہودی جو آسیب کا اثر زائل کرنے میں مشہور تھے باری باری اُس کے گھر آ چکے تھے۔ زبردستی اس کے ہاتھ پاؤں باندھ کر اُسے مختلف بوٹیوں کی دھونی دی گئی تھی۔ اُس کے سامنے عجیب و غریب منتر پڑھے گئے تھے، اور کئی متبرک مقامات کی مٹی اُس کے جسم پر ملی گئی تھی۔ عاصم احتجاج کرتا تھا۔ وہ چلا چلا کر کہتا تھا کہ میں بالکل ٹھیک ہوں۔ مجھ پر کسی جادو کا اثر نہیں۔ لیکن کوئی اُس کی چیخ پکار پر کان دھرنے کو تیار نہ ہوتا۔

جب ہبیرہ چاروں طرف سے مایوس ہو چکا تو شمعون نے ایک ایسے یہودی کا پتا دیا جو ہر آسیب کا علاج جانتا تھا۔ ہبیرہ منت اور خوشامد کے بعد اِس یہودی کو اپنے گھر لے گیا اور اُس نے مسلسل تین پہر کئی منتر پڑھنے کے بعد ہبیرہ کو علیحدہ لے جا کر کہا "تمہارے بھتیجے پر ایک خطرناک جادو چل گیا ہے۔ اب اِس کا صرف ایک علاج ہے لیکن میں تمہیں بتا نہیں سکتا۔"

"کیوں؟" ہبیرہ نے پریشان ہو کر پوچھا۔

"اس لئے کہ میں ایک یہودی ہوں اگر تم نے کسی کو بتا دیا تو میں مصیبت میں پھنس جاؤں گا۔" جب ہبیرہ نے باری باری عرب کے تمام بتوں کا نام لے کر یہ قسم کھائی کہ میں کسی سے آپ کا ذکر نہیں کروں گا تو یہودی نے کہا۔ "اگر عاصم اپنے ہاتھ سے جادو کرنے والے کو قتل کر دے اور اِس کے بعد خون آلود تلوار میرے پاس لے آئے تو میں فوراً اِس جادو کا اثر زائل کر دوں گا۔"

"لیکن جادو کس نے کیا ہے؟"

"یہ معلوم کرنا آپ کا کام ہے۔ میں صرف یہ بتا سکتا ہوں کہ ایسا جادو کسی خطرناک دشمن کو زیر کرنے کے لئے کیا جاتا ہے۔"

"میں اُس دشمن کو جانتا ہوں۔"

اس کے بعد ہبیرہ کے سامنے زندگی کا سب سے بڑا مسئلہ عاصم کو عدی اور اُس کے بیٹے کے قتل پر آمادہ کرنا تھا اور اِس مقصد کے لئے وہ باری باری اپنے قبیلے کے اُن شعرا کو گھر لایا کرتا تھا، جن کا آتشیں کلام عاصم کے دِل میں غصے اور انتقام کی آگ بھڑکا سکتا تھا۔ یہ شعراء اُس کے باپ اور بھائیوں کے دردناک قتل کے واقعات بیان کرتے تھے۔ اُن کی قبروں کی تاریکی کا ہولناک منظر کھینچتے تھے، اُن کی پیاسی روحوں کی فریاد سناتے تھے جو دشمن کے خون کے لئے پکار رہی تھیں۔ آخر میں وہ عدی اور سمیر کی کوششوں کا ذکر کرتے جنہوں نے جادو کے اثر سے قبیلۂ اوس کے ایک قابلِ فخر نوجوان کو مردانہ خصائل سے محروم کر دیا تھا۔

ہبیرہ کی ان تھک کوششوں کو دیکھ کر کبھی کبھی عاصم کو یہ شبہ ہونے لگتا کہ شاید یہ باتیں صحیح ہوں۔ لیکن پھر وہ اپنے دل سے یہ سوال کرتا کہ اگر عدی یا سمیر نے مجھ پر جادو کر دیا ہے تو اُن پر کس نے جادو کیا ہے، اگر میں نے سمیر کو اپنا دشمن جانتے ہوئے اُس کی جان بچائی تو کیا انہوں نے بھری محفل میں میری حمایت نہیں کی؟ اگر میرے عزیز و اقارب مجھے یہ طعنہ دیتے ہیں کہ میں اپنے باپ اور بھائیوں کا خون بھول چکا ہوں تو کیا عدی کو اُس کے عزیز و اقارب یہ طعنہ نہیں دیتے ہوں گے کہ وہ اپنے تین بیٹوں اور دو بھائیوں کا خون بھول چکا ہے۔ پھر وہ سمیرا کے متعلق سوچتا اور اُسے اپنے تیرہ و تار ماحول میں نئی امیدوں اور آرزوؤں کے چراغ جھلملاتے دکھائی دینے لگتے۔

سمیرا سے پہلی ملاقات کے بعد وہ پورے ایک مہینے ایک ناقابلِ برداشت ذہنی کشمکش میں مبتلا رہا۔ میں وہاں نہیں جاؤں گا۔ مجھے اُس سے دوبارہ ملاقات کی کوشش نہیں کرنی چاہیئے۔ زندگی میں ہمارے راستے اور منزلیں مختلف ہیں۔ عدی کو ایک اتفاقی حادثہ نے متاثر کیا ہے لیکن وہ اپنی بیٹی کے متعلق کوئی طعنہ، برداشت نہیں کرے گا...... اور سمیرا کو بھی یہ معلوم ہے کہ میں اُسے مایوسی کے آنسوؤں کے سوا کچھ نہیں دے سکتا۔ لوگ ہمارا مذاق اڑائیں گے اور سرزمین عرب کا کوئی گوشہ ہمیں پناہ نہیں دے سکے گا۔ میں اُسے دوبارہ نہیں دیکھوں گا —— پھر جب نیا مہینہ قریب آرہا تھا تو اُسے اپنے خیالات و عزائم میں ایک لچک سی محسوس ہونے لگی۔ وہ سوچتا۔ جب جنوب کے افق سے وہ تابناک ستارہ نمودار ہوگا تو وہ میری راہ دیکھ رہی ہوگی۔ اگر میں وہاں نہ گیا تو وہ کیا خیال کرے گی —؟ نہیں! مجھے ایک بار اُس سے ضرور ملنا چاہیئے۔ صرف یہ بتانے کے لئے کہ یہ دیوانگی ہے۔ ایک ایسا خواب ہے جس کی تعبیر ممکن نہیں۔ میری تنگ اور تاریک دنیا میں تمہارے

لئے کوئی جگہ نہیں۔ تم میرے قبیلے کے ہر فرد کو اپنا دشمن پاؤ گی اور تمہارے قبیلے کا ہر فرد تمہارے باپ اور بھائیوں کو طعنے دے گا۔ سمیرا تمہاری عاقبت اِسی میں ہے کہ تم مجھے بھول جاؤ۔

پھر جب رات کے وقت وہ ٹیلے کے دامن میں کھڑے ایک دوسرے کی دھڑکنیں سُن رہے تھے تو اُن میں سے کسی کو بھی اِس بات کا احساس نہ تھا کہ وہ کہاں سے آئے ہیں اور کہاں جا رہے ہیں۔ وہ ماضی کی تلخیاں اور مستقبل کے خدشات بھول چکے تھے۔ وہ جس حال میں سانس لے رہے تھے اُس کا ایک ایک لمحہ انہیں ماضی کے برس ہا برس پر حاوی معلوم ہوتا تھا۔

"سمیرا!" وہ کہہ رہا تھا۔ "میں تمہیں یہ بتانے آیا تھا کہ میں دوبارہ یہاں نہیں آؤں گا۔"

سمیرا ہنس پڑی۔ اور تاریک رات کا دامن اچانک مسرت کے ان گنت ستاروں سے جگمگانے لگا۔ عاصم کو اپنے الفاظ کھوکھلے، بے معنی اور مضحکہ خیز محسوس ہونے لگے۔ وہ ایک دوسرے کے قریب بیٹھ گئے۔

اور عاصم نے قدرے سنجیدہ ہو کر کہا۔ "سمیرا تمہیں میری بات کا یقین نہیں آیا؟"

"کس بات کا۔"

"یہی کہ میں پھر یہاں نہیں آؤں گا۔"

وہ بولی۔ "نہیں، اگر آپ یہ بات ہزار بار دہرائیں تو بھی میں یقین نہیں کروں گی۔"

"کیوں ——؟"

"مجھے معلوم نہیں! میں صرف اتنا جانتی ہوں کہ آپ کسی کا دل نہیں دُکھا سکتے۔"

"لیکن اِس کا انجام کیا ہو گا؟"

"مجھے معلوم نہیں۔"

"تمہیں یہ بھی معلوم نہیں کہ اوس و خزرج ایک دوسرے کے دشمن ہیں۔ اور ان کی دشمنی ہمارے درمیان آگ کے ایک پہاڑ کی طرح حائل رہے گی۔"

"اس وقت مجھے آگ کا پہاڑ دکھائی نہیں دیتا۔" سمیرا نے دوبارہ ہنسنے کی کوشش کی لیکن ایک مغموم قہقہہ اُس کے حلق میں اٹک کر رہ گیا۔

کچھ دیر دونوں خاموش رہے۔ بالآخر عاصم نے پوچھا۔ "تم کیا سوچ رہی ہو سمیرا؟"

اُس نے جواب دیا۔ "میں یہ سوچ رہی ہوں کہ ہم نے دن کی روشنی میں ایک دوسرے کو نہیں دیکھا۔"

"تم جانتی ہو کہ دن کی روشنی میں ہم ایک دوسرے کو شاید کبھی نہیں دیکھ سکیں گے۔ اور یہ بھی محض اتفاق تھا کہ ہم نے پچھلی دفعہ چراغ کی روشنی میں ایک دوسرے کو دیکھ لیا تھا۔ ہماری رفاقت، تاریک رات کے مسافروں کی رفاقت ہے۔ اور تاریک رات میں بھٹکنے والے مسافر کبھی کبھی ایک دوسرے سے بچھڑ بھی جایا کرتے ہیں۔"

سمیرا نے گفتگو کا رخ بدلتے ہوئے کہا۔ "کاش! ہم دو ستارے ہوتے۔ اور ساری رات ایک دوسرے کو تکتے رہتے۔"

"تمہیں ستارے بہت پسند ہیں؟"

"ہاں!" اس نے جواب دیا، "میں ہمیشہ ستاروں کی طرف دیکھا کرتی ہوں، آپ کو معلوم ہے شام کے وقت مغرب سے ایک نہایت چمکدار ستارہ طلوع ہوتا ہے؟"

"ہاں! اُسے زہرہ کہتے ہیں۔"

میں اُسے اپنا ستارہ سمجھتی ہوں اور میں نے زہرہ کی بجائے اُس کا نام سمیرا رکھ دیا ہے۔ اور یہ ستارہ۔" اس نے آسمان کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ "کچھ دنوں سے یہ بھی مجھے بہت پسند ہے اور میں نے اس کا بھی ایک نام رکھ دیا ہے۔"

"کیا نام ہے وہ؟"

"عاصم۔" سمیرا نے جواب دیا۔

وہ دیر تک باتیں کرتے رہے۔ بالآخر عاصم نے کہا۔ "اب مجھے جانا چاہیئے۔"

وہ اٹھ کھڑے ہوئے۔ سمیرا نے کہا۔ "عاصم یہ مہینہ بہت طویل تھا۔ اور اگلا مہینہ میرے لئے اِس سے بھی زیادہ طویل ہو گا۔ تم آؤ گے نا؟ لیکن تمہیں جواب دینے کی ضرورت نہیں مجھے یقین ہے کہ تم آؤ گے۔"

"میں ضرور آؤں گا۔"

اور دوسرے مہینے عاصم نسبتاً زیادہ یقین اور خود اعتمادی کے ساتھ یہ ارادہ لے کر آیا تھا کہ سمیرا سے اُس کی یہ ملاقات آخری ہو گی لیکن جب وہ ٹیلے کے دامن میں پہنچا تو سمیرا وہاں موجود نہ تھی۔ وہ دیر تک انتظار کرتا رہا آخر مایوس ہو کر وہاں سے چل دیا۔ ایک صبر آزما انتظار کی کوفت کے باوجود وہ اپنے دل میں یہ اطمینان محسوس

کررہا تھا کہ وہ ایک تلخ فریضہ ادا کرنے سے بچ گیا ہے۔ اگر سمیرا خود ہی یہ سمجھ گئی ہے کہ میں اُسے آلام ومصائب کے سوا کچھ نہیں دے سکتا تو اُس نے بُرا نہیں کیا۔ لیکن ٹیلے سے نیچے اترتے وقت جب اُسے یہ خیال آیا، کہ شاید وہ بیمار ہو یا کسی اور وجہ سے نہ آسکی ہو تو وہ اپنے دل میں ایک اضطراب سا محسوس کرنے لگا۔ کچھ دیر تذبذب اور پریشانی کی حالت میں کھڑے رہنے کے بعد وہ آہستہ آہستہ قدم اٹھاتا ہوا چل دیا۔ لیکن تھوڑی ہی دور گیا تھا کہ اُسے کسی کی آواز سنائی دی "ٹھہریئے!"

وہ رُک گیا۔ سمیرا بھاگتی ہوئی آگے بڑھی اور ہانپتے ہوئے بولی "میرا خیال تھا کہ آپ جا چکے ہوں گے۔ آج نعمان کو بخار ہے اور اباجان اُس کے پاس بیٹھے ہوئے تھے، وہ ابھی سوئے ہیں مجھے افسوس ہے کہ آپ کو اتنی دیر انتظار کرنا پڑا، لیکن میرے لئے گھر سے نکلنا ممکن نہ تھا۔ اب بھی مجھے ڈر ہے کہ نعمان کہیں اباجان کو جگا نہ دے وہ تھوڑے تھوڑے وقفے کے بعد بے چین ہو کر اٹھ بیٹھتا ہے۔ اِس لئے میں جاتی ہوں لیکن اب میں ایک ہفتے آپ کا انتظار نہیں کروں گی۔ نعمان کی علالت کی وجہ سے میں شاید دو تین دن گھر سے نہ نکل سکوں اس لئے آپ کو اگلے ہفتے آنا چاہیئے۔ آپ آئیں گے نا۔؟"

عاصم نے کہا "سمیرا میں تم سے یہ کہنا چاہتا تھا کہ........"

سمیرا نے جلدی سے بات کاٹتے ہوئے کہا "جب آپ دوبارہ آئیں گے تو ہم جی بھر کر باتیں کر سکیں گے۔ اگلے ہفتے آج ہی کے دن آدھی رات کے وقت میں آپ کا انتظار کروں گی۔ اگر آپ اگلے ہفتے نہ آسکیں تو اس چاند کی چودھویں رات کو ضرور آئیں۔ بتایئے آپ کب آسکتے ہیں؟ آپ خاموش کیوں ہیں۔؟"

عاصم نے کہا "بہت اچھا سمیرا میں چودھویں رات کو یہاں آنے کی کوشش کروں گا۔ لیکن اگر میں نہ آسکوں تو تم بُرا تو نہ مانو گی؟"

"نہیں! میں یہ سمجھوں گی کہ آپ کسی مجبوری کے باعث نہیں آسکے لیکن میں اُس کے بعد ہر رات آپ کا انتظار کیا کروں گی۔ اگر مجھے نعمان کے متعلق اطمینان ہوتا۔ تو میں آپ کو کل ہی یہاں آنے پر مجبور کرتی اب یہ چودہ دن مجھے چودہ مہینوں سے زیادہ طویل محسوس ہوں گے۔"

عاصم نے کہا "لیکن چاندنی رات میں ہمارے لئے یہ ٹیلا محفوظ نہیں ہوگا۔ اگر کوئی اس طرف آگیا تو

ہمیں دور سے دیکھ لے گا۔"

"یہ جگہ بالکل اجاڑ ہے۔ ہمارا گھر بستی کے آخری سرے پر ہے۔ رات کے وقت اِس طرف کوئی نہیں آتا۔ پھر بھی ہمیں احتیاط کرنی چاہیئے۔ دیکھیئے چاند کی روشنی میں ہمارا باغ زیادہ محفوظ ہوگا۔ میں ادھر سے دائیں طرف باغ کے کونے میں آپ کا انتظار کروں گی۔ وہاں گھنے درختوں میں چاند کے سوا ہمیں کوئی نہیں دیکھ سکے گا۔ اب میں جاتی ہوں۔"

عاصم نے مضطرب سا ہو کر کہا "سمیرا ذرا ٹھہرو!"

وہ رک گئی تو عاصم نے ایک ثانیہ توقف کے بعد کہا "تم نے یہ کہا تھا کہ ہم ابھی تک ایک دوسرے کو دن کی روشنی میں نہیں دیکھ سکے۔ سنو! اگر کل طلوع آفتاب کے وقت تم اِس ٹیلے کے دوسری طرف آسکو تو میں گھوڑے پر سوار ہو کر اِدھر سے گزرنے کی کوشش کروں گا ————"

"لیکن اگر آپ نہ آئے تو میں غروب آفتاب تک وہیں بیٹھی رہوں گی ——"

"میں ضرور آؤں گا ——"

سمیرا وہاں سے چل پڑی۔ چند قدم اٹھانے کے بعد رُکی اور ایک ثانیہ مڑ کر دیکھنے کے بعد بھاگتی ہوئی درختوں میں روپوش ہوگئی۔ عاصم کچھ دیر بے حس وحرکت کھڑا رہا اور پھر ایک لمبی سانس لینے کے بعد اپنے گھر کی طرف چل دیا۔ اُسے اِس بات کا احساس ضرور تھا کہ وہ اپنے فیصلے پر قائم نہیں رہ سکا۔ لیکن وہ کسی پریشانی یا اضطراب کی بجائے ایک طرح کا سکون اور اطمینان محسوس کر رہا تھا۔ وہ اپنے دل میں کہہ رہا تھا۔ یہ اچھا ہؤا کہ مجھے اُس سے بات کرنے کا موقع نہیں ملا۔ اتنی مختصر سی ملاقات میں میں اُسے کس طرح تمام باتیں سمجھا سکتا تھا —— اُس کے آنسو پونچھنے، تسلی دینے اور حال اور مستقبل کی ہولناکیوں کے متعلق اُسے اپنا ہم خیال بنانے کے لئے وقت کی ضرورت تھی —— لیکن کیا یہ درست ہے کہ اگر آج مجھے اُس کے ساتھ اطمینان سے باتیں کرنے کا موقع مل جاتا تو ہماری یہ ملاقات آخری ہوتی؟"

عاصم اپنے دل کی گہرائیوں میں اِس سوال کا جواب تلاش کر رہا تھا اور اُسے ایسا محسوس ہوتا تھا کہ ایک بچّے کے سامنے اُس کے ذہنی حصار کی تمام بنیادیں مسمار ہو رہی ہیں اور وہ ایک ایسی چیز سے نجات حاصل کرنے

کی کوشش کر رہا ہے جو اُس کی رُوح کی گہرائیوں میں اتر چکی ہے۔ اُس کا سکون و اطمینان پھر ایک بار اضطراب میں تبدیل ہو رہا تھا اور وہ کہہ رہا تھا۔ "سمیرا، کاش! ہم ایک دوسرے کو نہ دیکھتے۔ کاش! تم عدی کی بیٹی یا میں سہیل کا بیٹا نہ ہوتا۔ میں تمہیں کیسے سمجھا سکوں گا کہ ہم ایک دوسرے کے لئے نہیں ہیں۔ میں اپنے آپ کو بھی یہ کیسے سمجھا سکتا ہوں کہ میں نے جس راستے پر قدم اٹھایا ہے وہ سمیرا کے گھر کی چار دیواری کے باہر ہی ختم ہو جاتا ہے اس سے آگے اس کی کوئی منزل نہیں۔ ہم کس قدر مجبور اور بے بس ہیں، ہم کتنے نادان اور بیوقوف ہیں۔ نہیں، نہیں، سمیرا مجھے ایک نہ ایک دن ہمت سے کام لینا پڑے گا۔ اگر اگلی ملاقات پر نہیں تو اُس سے اگلی ملاقات پر مجھے اپنے دل پر جبر کر کے تم سے یہ کہنا پڑے گا کہ ہم نے جو خواب دیکھے ہیں اُن کی کوئی تعبیر نہیں۔ ہم نے امیدوں کے جو محل تعمیر کئے ہیں اُن کی کوئی بنیاد نہیں۔ ہمارے مقدر میں محرومی اور بدنصیبی کے سوا کچھ نہیں، پھر ہم اُس دن کا انتظار کیوں کریں جب زمانے کے بے رحم ہاتھ ہمیں زبردستی ایک دوسرے سے جدا کر دیں۔ ہم اپنے اپنے خاندانوں اور قبیلوں کو یہ موقع کیوں دیں کہ وہ تلواریں سونت کر ہمارے درمیان کھڑے ہو جائیں۔ ہم ایک تاریک اور خطرناک راستے پر اتنی دور کیوں چلے جائیں کہ ہمارے لئے مڑ کر دیکھنا بھی مشکل ہو جائے۔ سمیرا! میری سمیرا! مجھ سے وعدہ کرو کہ تم ہمت سے کام لو گی۔ تم آنسو نہیں بہاؤ گی۔ میں اپنے انجام سے نہیں ڈرتا۔ لیکن میں تمہیں اُن راستوں پر نہیں لے جاؤں گا جو کانٹوں سے بھرے ہیں۔ تم ایک عورت ہو اور تمہارے آلام و مصائب میرے لئے ناقابلِ برداشت ہوں گے۔"

گھر میں اپنے بستر پر لیٹتے وقت عاصم کو صبح کی ملاقات کا وعدہ یاد آیا اور وہ دیر تک کروٹیں بدلتا رہا۔ اور پھر اگلے دن طلوعِ آفتاب کے وقت عاصم نے ٹیلے کے قریب اپنا گھوڑا روکا تو اُسے اچانک یہ محسوس ہوا کہ اُس کی دنیا کی ساری دلفریبی رعنائی اور دلکشی سمٹ کر سمیرا کے وجود میں آگئی ہے۔ وہ اُس کے سامنے چند لمحات سے زیادہ نہ رک سکا لیکن یہ چند لمحات اُس کے شعور و احساس کی ساری وسعتوں کو اپنے آغوش میں لے چکے تھے۔

سمیرا کے چہرے پر اُمید کی روشنی، ہونٹوں پر زندگی کی مسکراہٹیں اور آنکھوں میں محبت کی التجائیں تھیں۔ اور اس روشنی، ان مسکراہٹوں اور ان التجاؤں کے سامنے اُسے اپنے ماضی کے آلام و مصائب، حال کی الجھنیں اور مستقبل کے خدشات بے حقیقت محسوس ہو رہے تھے۔

انہوں نے دبی زبان سے ایک دوسرے کا نام لیا اور اُن کی خاموش دنیا نغموں سے لبریز ہو گئی۔

سمیرا نے کہا۔ "عاصم! اب آپ چلے جائیں۔" اور اس کے ساتھ ہی اُس کی خوبصورت آنکھیں آنسوؤں سے چھلک اُٹھیں۔ عاصم نے ایسا محسوس کیا کہ کسی نے اُسے جھنجھوڑ کر خواب سے بیدار کر دیا ہے — اُس نے ادھر ادھر دیکھا اور گھوڑے کو ایڑ لگا دی۔

باب (۸)

ایک دِن سہ پہر کے وقت ہبیرہ اپنے مکان کے صحن میں، کھجور کے گھنے درختوں کے نیچے سو رہا تھا۔ اور سعاد اس سے چند قدم کے فاصلے پر بیٹھی اُون کات رہی تھی۔ عاصم صحن میں داخل ہُوا اور سعاد نے اُسے دیکھتے ہی منہ پھیر کر یہ گیت گانا شروع کر دیا۔

"دشمن نے میرے عم زاد پر جادو کر دیا ہے۔ اُس کے ہاتھ تلوار
اٹھانے کے قابل نہیں رہے۔ اب ان روحوں کی پیاس کون
بجھائے گا جو دشمن کے خون کے لئے تڑپ رہی ہیں۔"

عاصم کچھ دیر غصے اور اضطراب کی حالت میں کھڑا رہا، بالآخر اُس نے کہا "سعاد! اگر تم نے میرے سامنے دوبارہ یہ گیت گانے کی کوشش کی تو میں تمہارا چرخا توڑ ڈالوں گا۔"

سعاد نے بے پروائی سے جواب دیا "میرا چرخا توڑنے کے سوا آپ اور کر ہی کیا سکتے ہیں۔ لیکن اس میں خون نہیں جو آپ کے باپ اور بھائیوں کی روحوں کی پیاس بجھا سکے۔"

سعاد کا یہ طعنہ عاصم کے لئے ناقابلِ برداشت تھا۔ وہ اُسے بے حد عزیز تھی اور ہر معاملے میں اُس کی طرفداری کیا کرتی تھی۔ لیکن عمیر کی جان بچانے کے بعد وہ اپنے چچا اور دوسرے رشتے داروں کی طرح سعاد کی نظروں سے بھی گر چکا تھا۔ ابتدا میں وہ اُس سے یہ کہا کرتی تھی کہ میری سہیلیاں مجھے طعنہ دیتی ہیں کہ تمہارا عم زاد بزدل ہو گیا ہے لیکن جب اِس قسم کی باتیں بے اثر ثابت ہوئیں تو اُس نے اپنے والدین کی تقلید میں اُسے چڑانا

شروع کر دیا۔ سعاد کے اِس طرزِ عمل نے عاصم کے لئے گھر کی فضا کو بہت زیادہ مسموم بنا دیا تھا۔

اُس نے کہا "سعاد! تمہیں زیادہ دن اِس قسم کے گیت گانے کی ضرورت پیش نہیں آئے گی۔ میں یہاں سے جا رہا ہوں۔"

سعاد نے چونک کر اُس کی طرف دیکھا اور پوچھا "آپ کہاں جا رہے ہیں؟"

"تمہیں اِس سے کیا؟"

سعاد کچھ دیر بے حس و حرکت بیٹھی اُس کی طرف دیکھتی رہی اور اُس کی آنکھوں میں آنسو چھلکنے لگے۔ بالآخر اُس نے کہا۔ "بھائی جان! اگر آپ مجھ سے خفا ہو گئے ہیں تو میں کبھی ایسے گیت نہیں گاؤں گی۔"

عاصم نے قدرے نرم ہو کر کہا۔ "میں تم سے خفا نہیں ہوں، لیکن کچھ عرصہ کے لئے میرا یہاں سے جانا ضروری ہے۔"

سعاد نے کہا "نہیں، نہیں! ابا جان آپ کو اجازت نہیں دیں گے۔"

ہبیرہ نے اچانک آنکھیں کھولیں اور اٹھ کر بیٹھتے ہوئے کہا "کیا بات ہے، عاصم! تم کہاں جا رہے ہو؟"

"میں شام جا رہا ہوں۔"

ہبیرہ نے مضطرب ہو کر کہا۔ "تم گھر چھوڑ کر بھاگنا چاہتے ہو؟"

"نہیں، میں تجارت کی نیت سے جا رہا ہوں۔"

"لیکن تم جانتے ہو کہ ایرانی لشکر کی پیش قدمی کے باعث عرب کے تاجر اب شام کا رُخ نہیں کرتے۔"

عاصم نے جواب دیا "مجھے پرسوں یہ اطلاع ملی تھی کہ قبیلۂ غطفان کے تاجر جن کے ہمراہ میں نے یروشلم سے سفر کیا تھا، عنقریب دوبارہ شام جا رہے ہیں۔ میں اُن کے ساتھ جانا چاہتا ہوں۔ سردست ایرانیوں کی پیش قدمی سے دمشق اور یروشلم کو کوئی خطرہ نہیں۔ شمال کے شہروں میں سراسیمگی کی وجہ صرف یہ ہے کہ وہاں سے بعض خوشحال لوگ اپنا مال و متاع سمیٹ کر قسطنطنیہ اور اسکندریہ کا رُخ کر رہے ہیں۔ لیکن اِس کا ایک نتیجہ یہ بھی ہے کہ وہاں بعض قیمتی اشیاء نہایت سستے داموں بک رہی ہیں۔ اگر آپ پچھلے نفع میں سے کچھ رقم دے سکیں تو میرا یہ سفر بھی بہت کامیاب ہو گا۔ اگر میں نے دمشق سے آگے جانے میں کوئی خطرہ محسوس کیا تو وہیں سے واپس آ جاؤں گا۔ اب تک دمشق در شام کے شمالی علاقوں سے تاجروں کے کئی اور قافلے دمشق پہنچ چکے ہوں گے۔ اور وہاں کپڑا اور بھی سستا ہو گیا۔

ہوگا۔ اگر مجھے اِس سفر سے کسی فائدے کی اُمید نہ ہو تو بھی کچھ عرصے میرا گھر سے دُور رہنا ضروری ہے۔"

ہبیرہ دیر تک سر جھکائے سوچتا رہا۔ پھر اُس نے عاصم کی طرف دیکھا اور کہا۔ "میں تمہارے حصّے کی رقم کو ہاتھ نہیں لگاؤں گا۔ وہ تم جب چاہو لے سکتے ہو لیکن مجھے تمہاری تجارت سے کوئی دلچسپی نہیں۔ اب مجھے لوگوں کا یہ طعنہ بھی سننا پڑے گا کہ میرا بھتیجا بنو خزرج کے خوف سے گھر چھوڑ کر بھاگ گیا ہے۔ تم اگر چاہو تو اپنے حصّے کا باغ بھی فروخت کر سکتے ہو ——"

عاصم نے کہا۔ "چچا جان! آپ کو معلوم ہے کہ میں لڑائی سے نہیں ڈرتا لیکن اوس اور خزرج کی لڑائی کا نتیجہ، ہم دونوں کی تباہی کے سوا کچھ نہیں ہو سکتا۔ اس سے صرف یہودیوں کو فائدہ پہنچ سکتا ہے۔"

ہبیرہ نے کہا۔ "یہ تمہارے خیالات نہیں ہو سکتے، یہ کسی کا جادو بول رہا ہے۔ یہ درست ہے کہ گزشتہ جنگ میں تعداد اور اسلحہ کی برتری کے باعث خزرج کا پلّہ بھاری رہا ہے۔ لیکن فتح کے باوجود دشمن کو کئی مہینے ہمارے سامنے آنے کی جرأت نہ ہوئی۔ اس کے بعد دشمن نے اچانک تمہارے باپ کو قتل کر دیا، اور ہمارے لئے یہ ضروری ہو گیا کہ آئندہ لڑائی کیلئے پہل ہم کریں۔ جب تم شام سے تلواریں خریدنے گئے تھے تو خزرج نے ہمیں متعدد بار لڑائی کے لئے للکارا تھا، لیکن میں نے سمجھا بجھا کر اپنے قبیلے کے آدمیوں کا جوش ٹھنڈا کر دیا کرتا تھا۔ میں انہیں یہ سمجھایا کرتا تھا کہ کچھ دن صبر و تحمل سے کام لو۔ تمہیں لڑائی کے لئے اچھی تلواروں کی ضرورت ہے اور عاصم تمہارے لئے شام سے بہترین تلواریں لا رہا ہے۔ تمہیں لڑائی میں ایک بہادر راہنما کی ضرورت ہے اور وہ میرے بھتیجے کے سوا اور کوئی نہیں ہو سکتا۔ تمہیں اُس کا انتظار کرنا چاہیئے۔ قبیلے کے جوان مجھ سے بار بار پوچھا کرتے تھے کہ عاصم کب آئے گا؟ ہمیں اپنے دشمنوں سے بزدلی اور بے غیرتی کے طعنے کب تک سننے پڑیں گے ——؟ لیکن تم آئے تو تمہاری دنیا بدل چکی تھی۔ قبیلے کی عزت اور ناموس کا لحاظ تو درکنار، تمہاری نگاہ میں اپنے باپ کے خون کی بھی کوئی قیمت نہیں رہی۔ اب قبیلے کے لوگ مجھ پر ہنستے ہیں۔ کاش! میں اِس دن کے لئے زندہ نہ رہتا۔ لیکن مجھے تم سے کوئی گلہ نہیں یہ سب سمیرا یا عدی کے جادو کا اثر ہے۔ اور مجھے معلوم ہے کہ جب تک تم اپنی تلوار سے اُن کا خون نہیں بہاتے اِس خطرناک جادو کا اثر زائل نہیں ہوگا ——"

عاصم نے کہا۔ "لیکن چچا جان! میں پھر وہی سوال کرتا ہوں کہ اگر مجھ پر کسی کے جادو کا اثر ہے تو قبیلۂ خزرج کو کیا ہو گیا ہے؟ انہوں نے بھی تو اڑھائی مہینے لڑائی کے لئے پہل کرنے کی جرأت نہیں کی۔"

ہبیرہ نے جواب دیا۔ "انہیں پہل کرنے کی کیا ضرورت ہے وہ جانتے ہیں کہ وہ فاتح ہیں اور اپنے ہر مقتول کا قصاص لے چکے ہیں۔ پھر تمہارے طرزِ عمل سے انہیں یہ اطمینان بھی ہو چکا ہے کہ ہم نے اپنی شکست کا اعتراف کر لیا ہے۔ لیکن وہ پہل کریں یا نہ کریں اب ہمارا قبیلہ دیر تک چین سے نہیں بیٹھ سکتا۔ میں اُن سے یہ نہیں کہوں گا کہ کچھ دن اور ٹھہر جاؤ۔ ذرا میرے بھتیجے پر سے جادو کا اثر زائل ہو جائے۔"

عاصم نے کہا۔ "مجھے یقین ہے کہ ہمارے قبیلے کو پہل کرنے کی ضرورت پیش نہیں آئے گی۔ یثرب کے یہودی ہم سے زیادہ دور اندیش ہیں وہ کوئی نہ کوئی ایسا مسئلہ ضرور کھڑا کر دیں گے کہ اوس و خزرج ایک دوسرے کے خلاف تلواریں اٹھانے پر مجبور ہو جائیں۔ ہمارے درمیان امن کے یہ اڑھائی مہینے اُن کیلئے کچھ کم تکلیف دہ نہیں تھے۔"

ہبیرہ نے برہم ہو کر کہا۔ "تم ہر بات میں یہودیوں کا ذکر لے آتے ہو۔ لیکن انہیں ملامت کر کے تم اپنی ذمہ داریوں سے نہیں بچ سکتے۔"

عاصم نے کہا۔ "چچا جان! کیا یہ درست نہیں کہ یہودی درپردہ اوس و خزرج کی پیٹھ ٹھونکتے ہیں۔ دونوں کو قرض دیتے ہیں تاکہ ہم لڑائی جاری رکھ سکیں؟ کیا انہوں نے مجھ پر عمیر کے قتل کا جھوٹا الزام نہیں لگایا تھا؟"

ہبیرہ نے کہا۔ "میں تمہیں یہودیوں کو ملامت کرنے سے منع نہیں کرتا لیکن تم نے ان باتوں سے یہ نتیجہ کیسے نکالا کہ بنو خزرج ہمارے دوست بن گئے ہیں؟"

"بنو خزرج ہمارے دوست نہیں لیکن میں اُن سے زیادہ خطرناک دشمن کو دیکھ چکا ہوں —— میں کسی ایسی لڑائی کے لئے تلوار نہیں اٹھا سکتا، جس سے صرف یہودیوں کے مقاصد کی تکمیل ہوتی ہو۔"

ہبیرہ نے سوال کیا۔ "کیا جب ہمارے بچے، بوڑھے اور جوان خزرج کے سامنے صفیں باندھ کر کھڑے ہو جائیں گے تو تم اُس وقت بھی تلوار اٹھانے میں پس و پیش کرو گے؟"

"معلوم نہیں۔ لیکن مجھے یقین ہے کہ میں اُس وقت یہاں نہیں ہوں گا، اور مجھے یہودیوں کے چہروں پر خونیں مسکراہٹیں دیکھنے کی اذیت برداشت نہیں کرنی پڑے گی۔

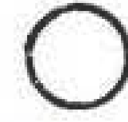
چچا! میں ایک بات پوچھنا چاہتا ہوں کیا اوس اور خزرج دو بھائی نہ تھے؟ کیا ہمارا اور ان کا خون ایک نہیں ـــــ؟"

ہبیرہ نے غضبناک ہو کر اپنے ماتھے پر ہاتھ مارتے ہوئے کہا۔ "تم بالکل پاگل ہو گئے ہو۔ کاش! میں تمہارے جادو کا علاج کر سکتا ـــــ تم جہاں چاہو، جا سکتے ہو۔ میں تمہارا راستہ نہیں روکوں گا۔ میں یہ سمجھوں گا کہ میرے بھائی کا بیٹا، جس کی غیرت اور حمیت پر میں فخر کر سکتا تھا، مر چکا ہے۔"

ہبیرہ کی بیوی کمرے سے باہر نکلی اور آگے بڑھ کر بولی۔ "کیا ہوا؟ آپ لڑکیوں رہے ہیں؟ کیا جادو کا اثر ان بازوں سے زائل ہو جائے گا ـــــ؟"

ہبیرہ نے کوئی جواب نہ دیا اور اُس کی بیوی سعاد کے قریب بیٹھ گئی۔ قدرے توقف کے بعد اُس نے عاصم کی طرف متوجہ ہو کر پوچھا۔ "سالم نہیں آیا؟"

عاصم نے جواب دیا۔ "وہ عباد کے ساتھ مویشی لے کر آ رہا ہے۔ میں ذرا پہلے آ گیا تھا۔"



اچانک صحن سے باہر چند آدمیوں کی آوازیں سنائی دیں اور یہ سب پریشان ہو کر دروازے کی طرف دیکھنے لگے۔ ہبیرہ کی بیوی کا بھائی منذر بن عقیل۔ اُس کے دو جوان بیٹے مسعود اور جابر اور اُن کے پیچھے قبیلے کے سات اور آدمی صحن میں داخل ہوئے۔

ہبیرہ پریشانی کی حالت میں اٹھ کر کھڑا ہو گیا اور منذر کی طرف دیکھ کر بولا۔ "معلوم ہوتا ہے تم کوئی اچھی خبر نہیں لائے"

منذر نے جواب دیا۔ "تمہیں عاصم نے کچھ نہیں بتایا؟ اس نے آج ایک اور معرکہ سر کیا ہے۔"

ہبیرہ نے عاصم کی طرف دیکھا لیکن وہ خاموش کھڑا رہا۔ عاصم کی چچی نے منذر سے مخاطب ہو کر پوچھا۔

"بھائی جان! کیا ہوا؟"

منذر نے جواب دیا۔ "عدی کے لڑکوں نے ہماری چراہ گاہ پر حملہ کر دیا تھا اور عاصم نے ہمارے خلاف اُن کی حمایت کی ہے۔"

عاصم چلایا۔ "یہ غلط ہے۔ اُن کی چند بکریاں اور اونٹ ہماری چراگاہ کے قریب آ گئے تھے مسعود اور جابر

اُنہیں گھیر کر چراگاہ کے اندر لے آئے۔ تھوڑی دیر بعد عدی کے بیٹے اور نوکر پہنچ گئے اور میں نے اُن کے جانور اُ حوالے کر دیئے۔"

منذر نے کہا۔ "اور تمہیں میرے بیٹوں کے مقابلے میں اُن کی طرفداری کرتے ہوئے شرم نہ آئی۔؟"

جابر بولا۔ "عاصم بالکل جھوٹ کہتا ہے، ان کے جانور ہماری چراگاہ میں پہنچ چکے تھے اور ہم اُن پر قبضہ کرنے میں حق بجانب تھے۔ اُن کے نوکروں نے ہمیں دھمکیاں دیں اور شور مچا کر اپنے قبیلے کے آدمیوں کو جمع کر لیا۔ ہم اپنے ساتھیوں کو آوازیں دے رہے تھے کہ عاصم نے جانوروں کو ہانک کر اُن کی طرف بھیج دیا اور ہمیں ملامت کی۔"

عاصم کا چہرہ غصے سے سُرخ ہو رہا تھا۔ اُس نے کہا۔ "جابر اگر تمہارے والد اور میرے چچا یہاں موجود نہ ہوتے تو تم مجھے جھوٹا کہنے کی جرأت نہ کرتے۔"

منذر نے غضبناک ہو کر کہا۔ "تم میرے بیٹے کو مرعوب کرنے کی کوشش نہ کرو، اگر آج میں وہاں موجود ہوتا تو دیکھتا کہ عدی کے بیٹے کس طرح اپنے جانور چھڑا کر لے جاتے ہیں۔ اور تمہیں ہمارے دشمنوں کی حمایت میں زبان کھولنے کی کیسے جرأت ہوتی ہے۔"

عاصم نے حقارت آمیز لہجے میں جواب دیا۔ "اگر آپ وہاں ہوتے تو ملاحظہ فرماتے کہ خزرج کے چند آدمیوں کو جمع ہوتے دیکھ کر آپ کے دونوں فرزند بھیڑوں کی طرح ممیا رہے تھے اور انہیں اس بات کا ی احساس تھا کہ ان کی آوازیں پہاڑ کے دوسری طرف باقی چرواہوں کے کانوں تک نہیں پہنچ سکتیں۔ خزرج کے آدمیوں سے تکرار کرنے والے دوسرے تھے۔ ان جوانمردوں کو تو اُن کے قریب جانے کا حوصلہ بھی نہ ہوا یہ کم از کم سو قدم دور کھڑے تھے اور مسعود نے تو ایک اونٹ بھی پکڑ رکھا تھا تاکہ بھاگنے کی ضرورت پیش آئے تو اپنی ٹانگوں کی بجائے پرائی ٹانگوں سے کام لیا جا سکے۔"

مسعود نے کہا۔ "تم بکتے ہو۔ میں نے قبیلے کے دوسرے آدمیوں کو اطلاع دینے کے ارادے سے اونٹ پکڑا تھا۔"

عاصم نے کہا۔ "لیکن تم نے ان کے جانور گھیرتے وقت یہ کیوں نہیں سوچا تھا، کہ جب ان کے آٹھ دس آدمی جمع ہو جائیں گے، تو تمہیں ان کا سامنا کرنے کی بجائے دوسروں کی طرف بھاگنے کی ضرورت محسوس ہو گی، کیا یہ صحیح نہیں کہ اس وقت بھی وہاں ہمارے آدمیوں کی تعداد زیادہ تھی؟"

"لیکن تم ہمارے آدمیوں کو لڑائی سے منع کر رہے تھے۔"

"ہاں! میں انہیں منع کر رہا تھا۔ لیکن اگر مجھے یہ یقین ہوتا کہ لڑائی کے وقت دشمن کا پہلا وار تم روک لوگے تو میں تمہیں مایوس نہ کرتا۔ کیا یہ درست نہیں کہ میری طرح عدی کے بیٹے بھی اپنے آدمیوں کو لڑائی سے باز رکھنے کی کوشش کر رہے تھے؟"

منذر نے دوسرے آدمیوں سے مخاطب ہو کر کہا۔"تم سن رہے ہو کہ عاصم نے دوسری مرتبہ دشمن کے سامنے اپنے قبیلے کو ذلیل کیا ہے۔"

عاصم بولا۔"میں نے کسی دشمن کی حمایت نہیں کی، صرف اپنے قبیلے کو تمہارے بیٹوں کے شر سے بچانے کی کوشش کی ہے۔"

منذر نے کہا۔"اگر تم ہبیرہ کے بھتیجے نہ ہوتے تو میں تمہیں دوبارہ زبان کھولنے کی مہلت نہ دیتا۔ اس وقت یہاں تمہاری لاش نظر آتی۔"

عاصم نے جواب دیا۔"اگر آپ کی تلوار بھی آپ کی زبان کی طرح تیز ہوتی تو مجھے واقعی ڈرنا چاہیے تھا۔ لیکن گزشتہ لڑائی میں آپ کے سارے جوہر کھل چکے ہیں۔ آپ دشمن کو للکارنے والوں میں سب سے آگے لیکن لڑائی کے وقت سب سے پیچھے تھے۔ اور یہ سب لوگ گواہ ہیں کہ میں سچ کہہ رہا ہوں۔"

ہبیرہ کی بیوی چلائی۔"عاصم! شرم کرو۔ تم پاگل ہو گئے ہو۔ تم نے ہمیں کہیں کا نہ رکھا۔"

جابر غضب ناک ہو کر آگے بڑھا اور اُس نے عاصم کے منہ پر تھپڑ مارنے کی کوشش کی لیکن عاصم نے جلدی سے اُس کی کلائی پکڑ لی اور وہ اُس کے ہاتھ کی آہنی گرفت میں بے بس ہو کر رہ گیا۔ چشم زدن میں عاصم نے اُس کی کلائی مروڑ کر پیٹھ سے لگا دی اور پھر زور سے دھکا دے کر اسے زمین پر گرا دیا۔

منذر اور مسعود غضب ناک ہو کر آگے بڑھے لیکن ہبیرہ اُن کے بیچ میں آگیا اور چلایا۔

"منذر! میری حالت پر رحم کرو۔ تمہیں معلوم ہے کہ عاصم کے حواس بجا نہیں اس پر جادو کا اثر ہے۔ میں وعدہ کرتا ہوں کہ اب یہ میرے پاس نہیں رہے گا۔ میں شرمسار ہوں۔ مجھے معاف کر دو۔"

منذر نے حقارت سے عاصم کی طرف دیکھا اور لمبے لمبے ڈگ بھرتا صحن سے باہر نکل گیا۔ اُس کے بیٹے اُسکے پیچھے پیچھے ہولئے اور چند ثانیے بعد دوسرے لوگ بھی، کچھ کہے بغیر، وہاں سے چل دیئے۔ سعاد جواب

تک سکتے کے عالم میں یہ ماجرا دیکھ رہی تھی، روتی ہوئی ایک کمرے میں جا گھسی۔

ہبیرہ کی بیوی اپنے شوہر کی طرف متوجہ ہو کر بولی۔"تمہارے بھتیجے نے میرے بھائی کی توہین کی ہے اب یا تو اسے گھر سے نکال دو یا میں یہاں نہیں رہوں گی۔"

ہبیرہ کوئی جواب دیئے بغیر، نڈھال ہو کر چٹائی پر بیٹھ گیا۔

عاصم نے کہا۔"چچی! میں آپ کو پریشان نہیں کروں گا۔ میں خود ہی یہاں سے جانے کا فیصلہ کر چکا ہوں۔"

وہ کچھ کہے بغیر اپنے شوہر کے قریب بیٹھ گئی۔ عاصم کچھ دیر تذبذب کی حالت میں کھڑا رہا اور پھر آہستہ آہستہ قدم اٹھاتا، باہر کے دروازے کی طرف بڑھا۔

ہبیرہ نے پیچھے سے آواز دی۔"عاصم، ٹھہرو!"

وہ رکا اور مڑ کر پیچھے دیکھنے لگا۔ ہبیرہ کی آنکھوں میں آنسو چھلک رہے تھے۔ یہ ایک غیر متوقع بات تھی۔

عاصم نے اپنے چچا کی آنکھوں میں ہمیشہ نفرت اور انتقام کے شعلے دیکھے تھے۔ اُس کے دل پر ایک چوٹ سی لگی۔

ہبیرہ اٹھ کر آگے بڑھا اور عاصم کا بازو پکڑتے ہوئے بولا۔"ہبیل کا بیٹا میرے گھر سے اس طرح نہیں جائے گا۔" اور یہ کہہ کر اُسے کھینچتا ہوا کمرے کے اندر لے گیا۔"میں تمہیں جانے سے نہیں روکتا۔ میں جانتا ہوں کہ تم مجبور اور بے بس ہو۔"

عاصم نے کرب انگیز لہجے میں کہا۔"چچا! مجھے افسوس ہے کہ میں آپ کو خوش نہ رکھ سکا۔"

ہبیرہ نے آگے بڑھ کر کمرے کے ایک کونے میں پڑا ہوا صندوق کھولا اور اُس میں سے ایک تھیلی نکال کر عاصم کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔"یہ لو! یہ تمہارا مال ہے میں نے اس میں سے صرف شمعون کے قرضے کی رقم نکال کر علیحدہ رکھ لی تھی۔"

عاصم نے کہا۔"نہیں، چچا! مجھے اب اس کی ضرورت نہیں۔ اب میں نے تجارت کا ارادہ بدل دیا ہے۔"

ہبیرہ نے تلخ ہو کر کہا۔"عاصم! یہ لے لو! مجھے اس سے زیادہ تکلیف دینے کی کوشش نہ کرو۔"

عاصم نے بادل ناخواستہ اُس کے ہاتھ سے تھیلی لے لی۔ لیکن پھر قدرے توقف کے بعد کہا۔"چچا جان! ی میں یہیں رہوں، یہ تھیلی آپ اپنے پاس رکھتے تو بہتر ہوتا، میں چند دن کسی دوست کے ہاں ٹھہروں گا اور جانے قت یہ لے جاؤں گا۔"

”نہیں، نہیں! اب میں اسے ہاتھ نہیں لگاؤں گا۔ اور تمہیں کسی دوست کے ہاں ٹھہرنے کی ضرورت نہیں۔ اگر اب تمہیں میرے ساتھ چند دن قیام کرنا بھی گوارا نہیں تو میں کہیں چلا جاؤں گا۔“

ہبیرہ یہ کہہ کر کمرے سے باہر نکل گیا۔

سعاد ایک طرف، دیوار سے ٹیک لگائے، مغموم نگاہوں سے عاصم کی طرف دیکھ رہی تھی وہ جلدی سے آگے بڑھی اور بولی ”لائیے! آپ کی امانت میں رکھ لیتی ہوں۔“

عاصم نے کچھ کہے بغیر تھیلی اُس کے حوالے کر دی۔ سعاد نے اُمڈتے آنسوؤں کے ساتھ کہا ”آپ کو نہیں جانا چاہیئے۔“

عاصم نے دونوں ہاتھ اُس کے سر پر رکھتے ہوئے کہا۔ سعاد! اگر تم اِس بات سے خوش ہو سکتی ہو تو میں چند دن اور تمہاری ماں کے طعنے برداشت کر لوں گا۔“

لیکن آپ کو چند دن بعد بھی نہیں جانا چاہیئے۔ آپ کو ہمیشہ یہاں رہنا چاہیئے۔ میں وعدہ کرتی ہوں کہ امی آپ کو کچھ نہیں کہیں گی۔ اور میں کبھی وہ گیت نہیں گاؤں گی ——— آپ کو یاد ہے جب میں چھوٹی تھی اور آپ کو کبھی غصہ آجاتا تھا تو آپ مجھے پیٹا کرتے تھے۔ اب بھی پیٹ لیجئے مجھے، میں اتنی بڑی تو نہیں ہو گئی۔“

عاصم نے سعاد کو چمٹا لیا اور پیار سے اُس کے سر پر ہاتھ پھیرنے لگا۔ سعاد سسکیاں لیتے ہوئے کہہ رہی تھی ”جب آپ گھر میں ہوتے ہیں تو مجھے رات کے وقت بھی کسی چیز سے خوف نہیں آتا اور یہ اطمینان ہوتا ہے کہ جب ڈر لگے گا تو میں آپ کو آواز دے کر جگا لوں گی، پھر ڈاکو، چور، جن اور بھوت سب بھاگ جائیں گے۔ لیکن جب آپ یہاں نہیں ہوں گے تو میں ہر چیز سے ڈرا کروں گی۔“

”لیکن تمہارے پاس سالم ہوگا۔ تمہارے ابا جان ہوں گے۔“

”نہیں، نہیں! مجھے آپ سب کی ضرورت ہے۔“

عاصم نے کہا۔ ”سعاد! میں تم سے صرف یہ وعدہ کر سکتا ہوں کہ تمہیں دیکھنے، کسی دن ضرور واپس آؤں گا۔ لیکن اب تمہارے خاندان کی بہتری اسی میں ہے کہ میں یہاں سے چلا جاؤں۔ تمہیں پریشان نہیں ہونا چاہیئے۔ ہو سکتا ہے کہ میں بہت جلد واپس آجاؤں۔ کیا میں پچھلی مرتبہ تمہاری توقع سے پہلے واپس نہیں آگیا تھا؟“

”لیکن پچھلی دفعہ آپ خفا ہو کر تو نہیں گئے تھے۔“

”میں اب بھی خفا ہو کر نہیں جا رہا۔ یہ ایک مجبوری ہے۔ کسی دن میں تمہیں یہ سمجھا سکوں گا کہ میرا گھر سے جانا کتنا ضروری تھا۔“

سعاد نے صحن کی طرف جھانکتے ہوئے کہا۔ ”ابا جان باہر نکل گئے ہیں، مجھے ڈر ہے کہ وہ غصے میں کہیں چلے نہ جائیں۔“

نہیں، سعاد، تم اطمینان رکھو میں انہیں ابھی منا کر واپس لے آتا ہوں۔“ عاصم یہ کہہ کر باہر نکلا تو ہبیرہ مویشیوں کے چھپر کے قریب عباد سے باتیں کر رہا تھا۔ عاصم کو آتا دیکھ کر اُس نے حقارت سے مُنہ پھیر لیا۔ اُس کے تیور دیکھ کر عاصم کچھ کہنے کی ہمت نہ کر سکا اور چپکے سے باہر نکل گیا۔ کچھ دیر تک اسے یہ بھی ہوش نہ تھا کہ وہ کہاں جا رہا ہے؛ اُس کے کانوں میں اپنے چچا اور منذر کے تلخ الفاظ گونج رہے تھے۔ پھر اچانک اُسے خیال آیا کہ آج چاند کی چودھویں تاریخ ہے اور اُس کی مغموم، اداس اور ویران دنیا سمیرا کی مسکراہٹوں سے لبریز ہو گئی۔

وہ آبادی سے باہر نکل گیا اور دیر تک اِدھر اُدھر گھومنے کے بعد ایک ٹیلے پر بیٹھ گیا۔ سورج نے اپنی ایک دن کی مسافت طے کی شام کے دوڑتے ہوئے سائے زمین کی وسعتوں میں گم ہو کر رہ گئے۔ اور دھوئیں کی باریک لکیریں جو وادی میں پھیلے ہوئے مکانوں سے آسمان کی طرف اٹھ رہی تھیں شام کے دھندلکے میں جذب ہونے لگیں۔ پھر یثرب کے نخلستانوں اور پہاڑوں پر مشرق سے ابھرتے ہوئے چاند کی دلکش روشنی پھیلنے لگی۔

عاصم کو آدھی رات کا انتظار تھا۔ وہ بے چینی کی حالت میں اٹھتا اور کچھ دیر اِدھر اُدھر گھومنے کے بعد پھر کسی پتھر پر بیٹھ جاتا۔ بالآخر وہ عدی کے باغ کی طرف چل دیا۔

باب (۹)

سمیرا وہاں نہ تھی اور عاصم اِدھر اُدھر دیکھنے کے بعد کھجوروں کے درمیان ایک خالی جگہ بیٹھ گیا۔ چودھویں رات کی چاندنی نخلستان میں ایک دلفریب سماں پیدا کر رہی تھی۔ کچھ دیر انتظار کرنے کے بعد وہ اٹھا اور بے چینی کی حالت میں اِدھر اُدھر ٹہلنے لگا۔ گزشتہ دن بھر کے واقعات سے اُس کی رُوح مضمحل ہو چکی تھی اور وہ کئی گھنٹے ایک اذیت ناک کشمکش میں مبتلا رہنے کے بعد یہاں پہنچا تھا۔ وہ یہ فیصلہ کر چکا تھا کہ سمیرا سے یہ اُس کی آخری ملاقات ہو گی۔ اور وہ یہ بھی جانتا تھا کہ اِس ملاقات کے بعد اُس کی زندگی کی تلخیوں میں مزید اضافہ ہو جائے گا۔ لیکن اِس کے باوجود سمیرا کو دیکھنے اور اس سے باتیں کرنے کے تصوّر سے اُسے ایک تسکین سی محسوس ہوتی تھی۔ لیکن اب وہ یہاں نہ تھی اور عاصم سوچ رہا تھا شاید وہ نہ آسکے۔ نہیں، وہ ضرور آئے گی، میں وقت سے پہلے آگیا ہوں۔ ابھی آدھی رات نہیں ہوئی۔ لیکن اس ستارے کو نمودار ہوئے، خاصی دیر ہو چکی ہے۔ وہ یقیناً کسی مجبوری کے باعث رُک گئی ہے۔ اب وہ کل آئے گی۔ اور مجھے آٹھ پہر اور انتظار کرنا پڑے گا۔ ہو سکتا ہے کہ وہ کل بھی نہ آئے۔ کسی مجبوری کے سبب وہ کئی دن ... گھر سے نہ نکل سکے۔ اور میں اُسے یہ بھی نہ بتا سکوں کہ میں جا رہا ہوں۔

عاصم کو اپنے دل کا بوجھ ناقابلِ برداشت محسوس ہونے لگا۔ پھر اچانک قدرت نے اپنی تمام رنگینیاں اُس کی نگاہوں کے سامنے بکھیر دیں۔ اور اُس کا دل دھڑکنے لگا۔ سمیرا آ رہی تھی۔

عاصم درختوں کے سائے سے نکلا اور چاند کی روشنی میں بازو پھیلا کر کھڑا ہو گیا۔ سمیرا آگے بڑھی، رُکی جھجکی، ہچکچائی اور پھر بھاگ کر بے اختیار اُس سے لپٹ گئی۔

عاصم نے کہا۔ "میرا خیال تھا کہ تم نہیں آؤ گی۔ اور ہم جدا ہونے سے پہلے ایک دوسرے کو نہ دیکھ سکیں گے۔"

"ہم کبھی جدا نہیں ہوں گے۔" سمیرا نے جواب دیا۔ "

... نے بہت دیر لگائی۔"

... ن جاگ رہے تھے۔ پہلے قبیلے کے چند آدمی اُن کے پاس بیٹھے رہے، وہ چلے گئے تو پھر وہ عمیر اور عتبہ سے باتوں میں مصروف ہو گئے۔ اور اُن کی زیادہ باتیں آپ کے متعلق تھیں۔"

"میرے متعلق؟"

"ہاں، ابا جان بہت خوش تھے کہ آج آپ نے ہمارے قبیلوں میں لڑائی نہیں ہونے دی۔ آج جو لوگ ہمارے گھر آئے تھے۔ ابا جان نے اُن سے یہ وعدہ لیا ہے کہ وہ آئندہ کسی معاملے میں پہل نہیں کریں گے۔"

عاصم نے سمیرا کی ٹھوڑی کے نیچے ہاتھ رکھ کر اُس کا منہ چاند کی طرف کر دیا اور بغور اُسے دیکھتے ہوئے بولا۔ "سمیرا! میں یہ لمحات کبھی نہیں بھولوں گا۔ یہ چہرہ ہمیشہ میری نگاہوں کے سامنے رہے گا۔ یہاں سے کوسوں دور میں یہ محسوس کیا کروں گا کہ تم اپنے نخلستان میں کھڑی ہو اور چاند تم پر اپنے نور کی بارش کر رہا ہے۔"

"یہاں سے کوسوں دور! آپ کہیں جا رہے ہیں؟"

"ہاں!"

سمیرا دم بخود ہو کر اُس ... کی طرف دیکھنے لگی۔

عاصم زمین پر بیٹھ گیا اور اُس نے سمیرا کا ہاتھ پکڑتے ہوئے کہا۔ "سمیرا! بیٹھ جاؤ، میں تم سے بہت کچھ کہنا چاہتا ہوں۔" وہ بیٹھ گئی۔

عاصم نے کہا۔ "سمیرا میری طرف اِس طرح نہ دیکھو۔ تم جانتی ہو کہ تم سے جدا ہونا میری زندگی کی سب سے بڑی آزمائش ہے۔"

سمیرا نے گھٹی ہوئی آواز میں پوچھا۔ "آپ کہاں جا رہے ہیں؟"

"شام کی طرف!"

"میری وجہ سے؟"

"سمیرا!" اُس نے کرب انگیز لہجے میں جواب دیا۔ "تمہیں میری باتوں سے یہ نتیجہ اخذ نہیں کرنا چاہئے کہ میں اپنا وطن چھوڑنے پر خوش ہوں۔ اگر مستقبل کی بھیانک تاریکیاں صرف میرے لئے ہوتیں۔ یا میری غلطیوں ... ج صرف میری ذات تک محدود رہ سکتے تو میں بدترین حالات میں بھی یہیں ٹھہرنا پسند کرتا۔ لیکن میں تمہیں اپنی سیہ بختی "مدحصہ دار نہیں بناؤں گا۔"

"میں آپ کے ساتھ جاؤں گی!" سمیرا نے فیصلہ کن انداز میں کہا۔

"نہیں، سمیرا! تمہارے پاؤں پھولوں کی سیج پر چلنے کے لئے بنائے گئے ہیں اور میرے راستے میں انگاروں کے سوا کچھ نہیں۔ تم چاندنی راتوں میں مسکرانے کے لئے پیدا ہوئی ہو اور میرے ساتھ تمہیں ہولناک تاریکیوں میں ٹھوکریں کھانی پڑیں گی۔ یثرب کی زمین مجھ پر تنگ ہو چکی ہے۔ اور یہاں سے جانے کے بعد میرا کوئی گھر اور کوئی وطن نہ ہوگا۔ تمہارے لئے یہاں سب کچھ ہے۔ میں تم سے اتنی بڑی قربانی کا مطالبہ نہیں کر سکتا۔ جب تم ٹھنڈے دل سے یہ سوچو گی کہ تمہارے باپ اور بھائیوں پر کیا گزرے گی اور تمہارے خاندان اور قبیلے کے لوگ کیا کہیں گے تو تمہارے احساسات مختلف ہوں گے۔"

وہ بولی۔ "عاصم! اگر تمہیں صرف میرے مصائب کا خیال ہے تو میں اسی وقت تمہارے ساتھ چلنے کو تیار ہوں۔ میں تم سے یہ نہیں پوچھوں گی کہ تم کہاں جا رہے ہو؟ میں تم سے راستے کی مصیبتوں اور دشواریوں کی شکایت نہیں کروں گی۔ مجھے آگ کے انگاروں کی آنچ محسوس نہیں ہوگی۔ میں صرف یہ جانتی ہوں کہ تمہارے بغیر میں زندہ نہیں رہ سکوں گی۔"

سمیرا پُر امید ہو کر مسکرا رہی تھی اور ساتھ ہی اُس کی بڑی بڑی سیاہ آنکھوں سے آنسو ٹپک رہے تھے۔

عاصم کا دل پھٹا جا رہا تھا اُس نے اپنی رہی سہی قوت بروئے کار لاتے ہوئے کہا۔ "سمیرا! ممکن ہے تم یہ سب کچھ برداشت کر لو لیکن ایک بات تم برداشت نہیں کر سکو گی۔ تم یہ برداشت نہیں کر سکو گی کہ میرے قبیلے کا ہر بچہ اور بوڑھا تمہارے باپ اور بھائیوں کا مذاق اڑائے اور خود تمہارا قبیلہ ان کے ساتھ ایسا سلوک کرے کہ اُن کے لئے سر اٹھا کر چلنا مشکل ہو جائے —— سمیرا اوس اور خزرج کی جنگ ختم ہونے کے امکانات پیدا ہو چلے ہیں اور میں یہ محسوس کرتا ہوں کہ تمہارے بھائی کی جان بچا کر میں نے اہلِ یثرب کے لئے کوئی اچھا کام کیا ہے۔ اب میں انہیں

یہ احساس دلانا نہیں چاہتا کہ میں نے نیکی کے پردے میں تمہارے باپ اور بھائیوں سے بدترین انتقام لیا ہے اگر ہم نے ہمت سے کام نہ لیا تو اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ اوس اور خزرج پھر تلواریں نکال لیں گے۔ میں تم سے محبت کرتا ہوں، سمیرا! تمہارے بغیر زندگی کا تصور مجھے ایک مذاق معلوم ہوتا ہے لیکن کیا تم یہ پسند کرو گی کہ میری محبت اوس اور خزرج کے لئے ایک نئی تباہی کا باعث بن جائے۔ تم یہ برداشت کر لو گی کہ ہمارے خاندان ہماری وجہ سے ایک دوسرے کا گلا کاٹنے لگیں؟"

سمیرا جواب دینے کی بجائے اپنا چہرہ دونوں ہاتھوں میں چھپا کر سسکیاں لینے لگی۔ عاصم اٹھا اور کچھ دیر تذبذب کی حالت میں کھڑا رہا۔ پھر اُس نے جھک کر پیار سے سمیرا کے بالوں پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا۔ "سمیرا! ہم شاید مدت تک ایک دوسرے کو نہ دیکھ سکیں۔ حوصلے سے کام لو اور میرے لئے یہ لمحات اور زیادہ اذیت ناک بنانے کی کوشش نہ کرو۔ اگر میں اپنا دل چیر کر دکھا سکتا تو تمہیں یہ شکایت نہ ہوتی کہ میں خوشی سے جا رہا ہوں۔"

سمیرا اٹھی اور اپنے آنسو پونچھتے ہوئے بولی۔ "مجھے آپ سے کوئی شکایت نہیں، لیکن آپ کو یہ بتانے کے لئے یہاں آنے کی ضرورت نہ تھی کہ آپ جا رہے ہیں۔"

عاصم نے کہا۔ "مجھے معلوم تھا کہ یہ مرحلہ ہم دونوں کے لئے یکساں تکلیف دہ ہوگا۔ لیکن مجھے ڈر تھا کہ اگر میں تمہیں دیکھے بغیر چلا گیا تو تم شاید مجھے بے وفا سمجھ کر مجھ سے نفرت کرنے لگو۔ اور پردیس میں یہ بات میرے لئے ناقابلِ برداشت ہوتی کہ میری سمیرا، جسے میں ہر سانس کے ساتھ یاد کرتا ہوں، مجھ سے روٹھ گئی ہے۔ میں اِس اُمید پر باہر جا رہا ہوں کہ جب واپس آؤں گا تو یثرب کے حالات بدل چکے ہوں گے۔ اوس اور خزرج کے پرانے زخم مندمل ہو چکے ہوں گے۔ اور پھر جب میں تمہارے باپ کے پاؤں پر گر کے یہ کہوں گا کہ میں سمیرا کے بغیر زندہ نہیں رہ سکتا تو وہ اُسے ایک گالی نہیں سمجھیں گے۔"

سمیرا نے پُر اُمید ہو کر کہا۔ "آپ یہاں رہ کر حالات کی تبدیلی کا انتظار نہیں کر سکتے؟"

"نہیں، سمیرا! میں یہاں نہیں رہ سکتا۔ یہ ہم دونوں کے لئے ایک بہت بڑی آزمائش ہوگی۔ یہ ناممکن ہے کہ میں یہاں رہوں اور تمہیں دیکھنے کی کوشش نہ کروں اور یہ بھی ناممکن ہے کہ ہماری محبت دیر تک لوگوں کی نگاہوں سے پوشیدہ رہ سکے۔ پھر اپنے قبیلے سے میرے تعلقات اتنے بگڑ گئے ہیں کہ میں اب یہاں نہیں رہ سکتا۔"

سمیرا کے آنسو تھم چکے تھے اور وہ اپنے دل میں کرب و اضطراب کی بجائے ایک ہلکا سا سکون محسوس کر رہی تھی۔ ایک ایسا سکون جو کسی زخم خوردہ سپاہی کو اپنے ہتھیار پھینکنے پر مجبور کر دیتا ہے۔

عاصم نے اپنے دل میں ایک اطمینان محسوس کرتے ہوئے کہا۔ "چلو! میں تمہیں گھر کے دروازے تک چھوڑ آتا ہوں۔"

"نہیں"۔ اُس نے ڈوبتی ہوئی آواز میں جواب دیا۔ "آپ جائیے، میری فکر نہ کیجئے میں اپنے گھر کا راستہ نہیں بھول سکتی جائیے!"

سمیرا کی آنکھوں میں دوبارہ آنسو چھلکنے لگے۔ عاصم چند ثانیے بے حس و حرکت کھڑا رہا اور پھر اچانک وہاں سے چل دیا۔ چند قدم اٹھانے کے بعد وہ رکا اور مڑ کر سمیرا کی طرف دیکھنے لگا۔ سمیرا نے جلدی سے منہ پھیر لیا۔ وہ رو رہی تھی۔ عاصم کو اُس کی سسکیاں سنائی دے رہی تھیں اور اُس کا دل پسیجا جا رہا تھا۔

"آپ جاتے کیوں نہیں؟" سمیرا نے جھنجھلا کر کہا۔ لیکن اُس کی آواز میں تلخی اور غصے سے زیادہ ایک بے بس کی التجائیں اور فریادیں تھیں اور عاصم یہ محسوس کر رہا تھا کہ اگر وہ چند لمحے اور یہاں ٹھہرا تو اُس کے عزائم کے تمام قلعے منہدم ہو جائیں گے۔ وہ دوبارہ مڑا لیکن پہلا قدم اٹھاتے ہی اُسے ایک بارعب آواز سنائی دی۔ "ٹھہرو!"

عاصم چونک کر اِدھر اُدھر دیکھنے لگا۔ دائیں طرف درختوں کی اوٹ سے کوئی نمودار ہوا اور عاصم نے جلدی سے اپنی تلوار نکال لی۔

"عاصم بھاگ جاؤ!" سمیرا یہ کہہ کر آگے بڑھی اور عاصم کا بازو پکڑ کر اسے ایک طرف دھکیلنے لگی۔

"عاصم کو بھاگنے کی ضرورت نہیں۔" عدی نے آگے بڑھتے ہوئے کہا۔

سمیرا عاصم کو چھوڑ کر عدی کی طرف بڑھی اور اُس کا بازو پکڑ کر چلانے لگی۔ "ابا جان! یہ بے قصور ہے۔ یہ یثرب چھوڑ کر کہیں جا رہا ہے —— یہ اِس لئے جا رہا ہے کہ اسے آپ کی عزت کا پاس تھا۔ اسے یہ گوارا نہ تھا کہ لوگ آپ کو طعنے دیں۔"

عدی نے کہا۔ "سمیرا! یہاں شور نہ مچاؤ، جاؤ! میں اس سے چند باتیں کرنا چاہتا ہوں۔" عاصم حیران تھا کہ اُس کی آواز میں معمولی تلخی بھی نہ تھی۔

"ابا جان! آپ انہیں کچھ نہ کہیں۔ یہ آپ کے دشمن نہیں ہیں۔"

"بیوقوف! تم خاموش رہو۔ میں خالی ہاتھ ہوں۔" عدی نے اُسے ایک طرف دھکیل دیا اور آگے بڑھ کر

عاصم کے سامنے کھڑا ہو گیا۔

وہ کچھ دیر خاموشی سے ایک دوسرے کی طرف دیکھتے رہے۔ بالآخر عدی نے کہا۔ "تم اپنی تلوار نیام میں ڈال سکتے ہو۔ تمہیں عقب سے کسی حملے کا خطرہ نہیں، میرے آدمی سو رہے ہیں۔"

عاصم نے قدرے نادم ہو کر تلوار نیام میں کر لی۔

"میں تمہاری باتیں سن چکا ہوں اور اب مجھے تم سے کچھ کہنا ہے۔ میرے ساتھ آؤ۔" عدی یہ کہہ کر مڑا۔ لیکن عاصم اپنی جگہ سے نہ ہلا۔ عدی نے چند قدم اٹھانے کے بعد مڑ کر اُس کی طرف دیکھا اور کہا۔ "تم ایک بوڑھے آدمی سے ڈرتے ہو؟"

عاصم کوئی جواب دیئے بغیر آگے بڑھا اور اُس کے ساتھ ہو لیا۔ سمیرا جو چند قدم کے فاصلے پر پریشانی کی حالت میں کھڑی تھی بھاگ کر درختوں میں غائب ہو گئی —— عدی نخلستان عبور کر کے، اپنے گھر کی دیوار کے سامنے سوکھی گھاس کے ایک ڈھیر کے قریب رکا اور اُس نے تھوڑی سی گھاس اٹھا کر زمین پر بچھاتے ہوئے کہا۔ "میرے خیال میں ہم یہیں بیٹھ جاتے ہیں، اس وقت اندر جا کر سونے والوں کو جگانا مناسب نہیں۔ تمہیں سردی تو محسوس نہیں ہوتی؟"

"نہیں!" وہ ایک دوسرے کے قریب بیٹھ گئے۔ عدی کا طرزِ عمل ہر آن عاصم کی پریشانی اور اضطراب میں اضافہ کر رہا تھا۔

"تم سمیرا کو کب سے جانتے ہو؟" عدی نے اُس کے چہرے پر نظریں گاڑتے ہوئے پوچھا۔

عاصم نے جواب دیا۔ "مجھے اندیشہ ہے کہ میری کوئی بات آپ کو مطمئن نہیں کر سکے گی لیکن اگر آپ کے دل میں سمیرا کے متعلق کچھ شبہات پیدا ہو گئے ہیں تو میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ اُس نے ایسی کوئی بات نہیں کی جو آپ کے لئے شرمندگی کا باعث ہو۔"

عدی بولا۔ "تمہیں سمیرا کی صفائی پیش کرنے کی ضرورت نہیں میں اُسے اچھی طرح جانتا ہوں۔ اور تمہیں یہ بھی نہیں سمجھنا چاہیئے کہ میں نے کبھی اُس کی رکھوالی کی ضرورت محسوس کی ہے۔ یہ محض اتفاق تھا کہ جب وہ دبے پاؤں باہر نکلی تھی تو میں جاگ رہا تھا اور اُس کے کمرے کے دروازے کی چرچراہٹ نے مجھے اٹھ کر صحن میں جھانکنے پر مجبور کر دیا تھا۔ مجھے صرف اِس بات سے تشویش ہوئی تھی کہ صحن میں چند قدم رُک رُک کر چلنے کے بعد

اُس نے بھاگنا شروع کر دیا تھا۔ اگر میں دل پر جبر کر کے تمہاری باتیں نہ سنتا تو شاید ہماری یہ ملاقات اِس قدر خوشگوار نہ ہوتی۔ لیکن تم نے میرے سوال کا جواب نہیں دیا۔ میں نے پوچھا تھا کہ تم کب سے ایک دوسرے کو جانتے ہو؟"

عاصم نے جواب دیا "میں نے اُسے پہلی مرتبہ اُس رات دیکھا تھا جب میں عمیر کو آپ کے گھر پہنچانے آیا تھا۔"

"اور اب تم یثرب چھوڑ کر جا رہے ہو؟"

"ہاں ـــــ!"

"تم اِس لئے جا رہے ہو کہ سمیرا میری بیٹی ہے اور تمہیں یہاں رہنے سے میرے خاندان کی رسوائی کا خطرہ ہے۔"

"ہاں! لیکن میرے جانے کی اور وجوہ بھی ہیں۔"

"وہ میں سب سُن چکا ہوں اور مجھے افسوس ہے کہ میرے پاس تمہاری مشکلات کا کوئی حل نہیں۔ لیکن فرض کرو اگر سمیرا میری بیٹی نہ ہوتی تو تم کیا کرتے؟"

"میں آپ کا مطلب نہیں سمجھا۔"

"میرا مطلب یہ ہے کہ اگر سمیرا خزرج کی بجائے کسی اور قبیلے کی لڑکی ہوتی تو تمہارا طرزِ عمل کیا ہوتا؟"

"مجھے معلوم نہیں۔ لیکن موجودہ حالات میں، میں کسی کو بھی اپنے مصائب میں حصہ دار بنانا پسند نہ کرتا۔"

"اگر سمیرا کے باپ کو اپنے قبیلے کی ملامت کا خوف نہ ہوتا۔ اور وہ خوشی سے اُسے تمہارے ساتھ جانے کی اجازت دے دیتا تو؟"

"اگر یہ ممکن ہوتا تو میں سمیرا کے باپ کو سمجھاتا کہ اِس وقت میرا تنہا جانا ضروری ہے۔ لیکن میں جلد واپس آؤں گا۔ یہ بھی ہو سکتا تھا کہ میں اپنا ارادہ تبدیل کر دیتا۔ لیکن یہ ممکن نہیں مجھے سمیرا کے باپ کی مجبوریوں کا علم ہے۔"

عدی کچھ دیر سر جھکائے ایک گہری سوچ میں ڈوبا رہا، بالآخر اُس نے عاصم کی طرف دیکھا اور کہا "میں تمہیں اپنی زندگی کا ایک اہم واقعہ سنانا چاہتا ہوں۔ اور مجھے یقین ہے کہ یہ واقعہ تمہارے لئے دلچسپی سے خالی نہ ہوگا ـــــ آج سے کوئی سولہ سال پہلے میں تاجروں کے ایک قافلے کے ساتھ دمشق جا رہا تھا۔ قبیلہ کنانہ کا ایک شخص، جس کا نام حارث تھا اس سفر میں میرے ساتھ تھا۔ ہم بہت جلد ایک دوسرے کے دوست

بن گئے۔ جب ہم واپس پہنچے تو عکاظ کا میلہ شروع ہونے والا تھا اور یثرب سے کئی آدمی وہاں جانے کی تیاری کر رہے تھے۔ حارث نے چند دن میرے ہاں قیام کیا اور اس کے بعد ہم اپنے مال سے زیادہ نفع کمانے کے شوق میں قافلے کے ساتھ عکاظ کی طرف روانہ ہو گئے۔ تجارت کے علاوہ، عکاظ جانے کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ میرے شام جانے سے قبل میری بیوی اُمید سے تھی اور میں اسے، اُس کے والدین کے ہاں چھوڑ آیا تھا۔ میری بیوی کا خاندان یہاں سے پانچ منزل دور عکاظ کے راستے میں آباد تھا اور میرا ارادہ تھا کہ میں جاتی دفعہ ایک دو دن کے لئے وہاں ٹھہروں گا اور پھر واپسی پر اپنے بال بچوں کو ساتھ لیتا آؤں گا۔

سسرال پہنچ کر مجھے معلوم ہوا کہ میرے پیچھے جو لڑکی پیدا ہوئی تھی وہ تین ماہ کی ہو کر فوت ہو گئی ہے میری بیوی کو اس کا بہت صدمہ تھا کہ میں اُسے نہ دیکھ سکا۔ وہ بار بار کہتی تھی کہ میری بیٹی بہت خوبصورت تھی، اور قبیلے کی عورتیں اُسے، دور دور سے دیکھنے آیا کرتی تھیں۔ میری ساس اور میری بیوی کی بہنیں بھی اُس کی بہت تعریف کرتی تھیں۔ لیکن حارث اور میرے دوسرے ساتھی مجھے مبارکباد دیتے تھے کہ اللہ نے مجھے ایک لڑکی کا باپ بننے کی رسوائی سے بچا لیا ہے۔ حارث کہتا تھا تم بہت خوش قسمت ہو۔ میں یکے بعد دیگرے اپنی دو لڑکیاں کو زندہ دفن کر چکا ہوں۔ اِس مرتبہ بھی جب میں گھر سے نکلا تھا تو میری بیوی اُمید سے تھی اور میں نے عزیٰ کی قسم کھا کر کہا تھا کہ اگر تم نے پھر لڑکی جنی تو میں اُس کے ساتھ بھی وہی سلوک کروں گا۔

عکاظ کے میلے سے فارغ ہو کر میں واپس آنا چاہتا تھا لیکن حارث کی بستی وہاں سے دو منزل کے فاصلے پر تھی اور وہ مجھے چند دن اپنے پاس ٹھہرانے پر مُصر تھا۔ مجبوراً مجھے اُس کے ساتھ جانا پڑا۔ وہاں پہنچ کر معلوم ہوا کہ حارث کے ہاں چند ماہ قبل لڑکی پیدا ہوئی ہے۔ یہ خبر سننے کے بعد حارث کی یہ حالت تھی کہ وہ اپنے خیمے میں قدم رکھنے تک کا روادار نہ تھا۔ میں نے اُسے تسلی دینے کی کوشش کی لیکن اُس پر میری باتوں کا کوئی اثر نہ ہوا۔ وہ بار بار یہ کہتا تھا کہ میں اپنے گھر میں سانپ پال سکتا ہوں لیکن ایک لڑکی کا باپ کہلانے کی ذلت برداشت نہیں کر سکتا۔ میں نے اپنی بیوی کے سامنے عزیٰ کی قسم کھائی تھی کہ میں لڑکی کو زندہ دفن کر دوں گا۔ وہ چاہتی تو پیدا ہوتے ہی اُس کا گلا گھونٹ کر مجھے اِس امتحان سے بچا سکتی تھی۔ اب وہ چار مہینے کی ہو چکی ہے لیکن میں اپنی قسم پوری کر کے رہوں گا۔